عنبر ناگ ماریا
سفید عقاب
(قسط نمبر ۱۱)
PDFBOOKSFREE.PK
اے حمید

سنو پیارے بچو!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا ہیرو روم شہر سے آدھی رات کو ایک قافلے کے ساتھ سفر کرتا ہوا ایک ویران محل کے کھنڈروں میں داخل ہوتا ہے یہاں اسے ایک عورت کی بھیانک چیخ کی آواز سنائی دیتی ہے ہمارا ہیرو اس چیخ کی آواز پر پلٹتا ہے اس ناول میں ہیلن آف ٹرائے کا مشہور تاریخی واقعہ بھی پیش کیا گیا ہے جب کہ سپاہی بہت بڑے لکڑی کے گھوڑے میں چھپ کر قلعے کے باہر رہ جاتے ہیں دشمن گھوڑے کو کھلونا سمجھ کر قلعے کے اندر لے جاتے ہیں آدھی رات کو سپاہی گھوڑے میں سے نکل کر حملہ کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں یہاں ہمارا ہیرو سکندر اعظم کی موت کی خبر سنتا ہے۔

اے حمید

فہرست

روم کے ڈاکو

ویران محل کے کھنڈر میں سے عورت کی چیخ کی آواز پھر سنائی دی یہ آواز جس طرف سے آرہی تھی ادھر ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کے پاس زیتون کے گھنے درختوں کا جھنڈ تھا عنبر بڑی احتیاط سے قدم بڑھاتا اس جھنڈ کی طرف بڑھ رہا تھا اس دفعہ چیخ کی آواز بڑی قریب سے آئی تھی شام کے سائے گہرے ہورہے تھے اردگرد پہاڑی ڈھلانوں پر اندھیرا پھیلنا شروع ہوگیا تھا وہ ٹوٹی ہوئی دیوار کے پیچھے گیا تو اسے دو آدمیوں کے آپس میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی عنبر دیوار کی اوٹ میں ہوکر ان کی باتیں سننے لگا ان کی باتوں سے عنبر نے اندازہ لگایا کہ وہ دونوں ڈاکوں ہیں اور کسی امیر سوداگر کی بیٹی کو اٹھا کر لائے ہیں اور اب اس کے بدلے میں اس سوداگر سے بہت سا مال و دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے لڑکی کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے کہیں قریب ہی چھپا دیا تھا ایک ڈاکو دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ اس لڑکی کو ہلاک کر دیا جائے کیوں کہ ہو سکتا ہے اس کا باپ مال و دولت دینے کی بجائے رومن سپاہیوں کو اطلاع کر دے اور وہ انہیں گرفتار کر کے شیروں کے آگے ڈال دیں کیونکہ اس زمانے میں یہی دستور تھا کہ چوروں اور ڈاکوؤں کو بھی بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا دوسرے ڈاکو کا خیال تھا کہ لڑکی کا باپ اپنی بیٹی کی بدنامی کے ڈر سے ایسا نہیں کرے گا۔ وہ ضرور مال و دولت لے کر وہاں آئے گا اور اپنی بیٹی کو چھڑا کر لے جائے گا۔

تو پھر ہمیں آج ہی اس لڑکی کے باپ کے پاس جانا چاہیے۔

ہاں لڑکی کو اسی جگہ غار کے اندر چھپا دیتے ہیں اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے پتھر کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔

کمبخت شور بہت مچا رہی تھی۔

لیکن اب اس کی آواز بالکل نہیں نکلے گی۔

تو پھر چلو غار کے منہ پر پتھر رکھ دو۔

عنبر نے دیوار کی اوٹ میں چھپے ہوئے سنا کہ ڈاکو غار کے منہ پر پتھر چن رہے ہیں لڑکی کی چیخ کی آواز اب بالکل نہیں آ رہی تھی انہوں نے واقعی اسے غار کے اندر چھپا کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا پھر اس نے ڈاکوؤں کی دیوار کی طرف بڑھنے کی آواز سنی وہ فوراً ایک درخت کے سائے میں چھپ گیا دونوں ڈاکو اس کے قریب سے ہو کر گزر گئے ان کی شکلیں بڑی ڈراؤنی تھیں اور حلیہ بالکل ڈاکوؤں جیسا تھا۔

جب وہ کھنڈروں میں سے باہر نکل گئے تو عنبر غار کی طرف بڑھا غار کے منہ پر بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے دور سے دیکھنے پر کسی کو

شک ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہاں کوئی غار بھی ہے عنبر نے پتھروں کو ہٹانا شروع کر دیا جب پتھر کافی ہٹ گئے تو وہاں ایک سرنگ سی نمودار ہوئی عنبر خاموشی کے ساتھ سرنگ کے اندر داخل ہو گیا اندر اندھیرا تھا عنبر نے آواز دی۔

اے لڑکی کیا تو اندر ہے؟ جواب دو میں ڈاکو نہیں ہوں۔ میں تمہیں یہاں سے بچانے آیا ہوں۔

اس آواز کے جواب میں عنبر کو لڑکی کی ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی کا منہ بند ہوتا ہے اور وہ بولنے کی کوشش کرتا ہے عنبر اس آواز کی طرف آگے بڑھا تھوڑے فاصلے پر اس نے اندھیرے میں ایک روی لڑکی کو پتھروں کے ساتھ رسی سے بندھے ہوئے دیکھا اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں بڑی مضبوطی سے پتھروں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے عنبر نے اس وقت بات کرنے کی ضرورت

ہی محسوس نہ کی وہ جلدی سے آگے بڑھا اور سب سے پہلے ہاتھ پاؤں کھول دیے لڑکی اسے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی کہ اس ناامیدی میں یہ نیکی کا فرشتہ کہاں سے آ گیا۔

جلدی سے میرے ساتھ باہر نکل چلو۔

عنبر اس لڑکی کو لے کر غار سے باہر نکل آیا وہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اس نے درختوں کے نیچے اپنا گھوڑا باندھا ہوا تھا اس دوران میں لڑکی سے اس نے کوئی بات نہ کی اس نے لڑکی کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھایا اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا اس جنگل میں چل پڑا جس کو عبور کرنے کے بعد اس نے روم پہنچنا تھا جنگل میں پہنچ کر وہ راستے میں بھٹک گیا اس نے لڑکی سے پوچھا۔

کیا تمہیں روم کی طرف جاتے ہوئے راستے کا علم ہے۔؟

لڑکی نے کہا۔

میں زندگی میں پہلی بار روم شہر سے باہر نکلی ہوں۔

میرا خیال ہے پھر ہمیں صبح کی روشنی کا انتظار کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ رات کے اندھیرے میں ہم راستہ بھول کر کسی غلط جگہ جا نکلیں آدھی رات سے زیادہ گزر چکی تھی عنبر نے قالین کا ٹکڑا بچھا کر لڑکی کے سونے کے لئے جگہ بنا دی اور خود گھاس پر لیٹ گیا اس نے لڑکی سے پوچھا۔

کیا تمہیں اپنے مکان کا راستہ معلوم ہے؟

ہاں۔روم شہر میں پہنچ کر میں اپنے گھر جا سکتی ہوں۔

عنبر نے اس سے پوچھا کہ وہ ڈاکوؤں کے چنگل میں کیسے پھنس گئی؟

لڑکی نے جواب دیا۔

میرا نام سائیکی ہے میرا باپ روم شہر میں اناج کا بہت بڑا سوداگر ہے ایک رات یہ ڈاکو ہمارے گھر گھس آئے اور میرے منہ میں کپڑا ٹھونس کر مجھے زبردستی اٹھا کر لے آئے اگر تم نیکی کا فرشتہ بن کر نہ میری مدد

کرتے تو خدا جانے یہ لوگ میرا کیا حشر کرتے۔

عنبر نے اسے بتایا کہ دونوں ڈاکو اس کے باپ کے گھر گئے ہیں تا کہ اس سے مال و دولت لے کر تمہیں اس کے حوالے کیا جائے۔ مگر ان لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں کہ یہ دولت بھی حاصل کر کے تمہیں آزاد نہ کریں اور کسی دوسرے شہر لے جا کر غلام بنا کر بیچ ڈالیں۔

لڑکی نے کہا۔

مگر تم یہاں کس طرح پہنچ گئے۔؟

میں روم کی طرف جا رہا تھا کہ یہاں تھک کر آرام کرنے کے لئے رک گیا پھر مجھے تمہاری چیخ کی آوازیں سنائی دیں اور تمہارے پاس پہنچ گیا میں نے دونوں ڈاکوؤں کو آپس میں باتیں کرتے سنا اور اسی وقت دل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں ان ظالموں سے ضرور نجات دلاؤں گا۔

میں تمہارا ایہ احسان زندگی بھر نہ بھلا سکوں گی تمہارا نام کیا ہے؟

میرا نام عنبر ہے۔ اور میں ملک یونان سے روم جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سائیکی سو گئی عنبر بھی سو گیا صبح اس کی آنکھ کھلی تو سائیکی ابھی تک سو رہی تھی دن کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی اس نے سائیکی کو جگایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے ساتھ آگے چل پڑا۔

اس نے پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر دور روم شہر کے مکان دیکھ لئے تھے اب وہ سیدھے راستے پر جا رہا تھا۔

دھوپ پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہی تھی کہ وہ دونوں روم شہر میں داخل ہو گئے عنبر روم شہر کی خوبصورتی شاہی محلات باغات اور پرانے قدیم محلے اور دیوی سائیکی اور دیوتا اپالو کے مندر دیکھ کر حیران ہو گیا۔ بازاروں میں بڑی رونق تھی امیر آدمیوں کے نوجوان لڑکے سنہرے بالوں پر سونے کے تاج رکھے ریشمی کپڑوں میں ملبوس اپنے

اپنے غلاموں کے ساتھ بڑے غرور کے ساتھ گردن اٹھائے سیر کرتے پھر رہے تھے کئی ایک نے تو اپنے ساتھ خونخوار چیتے کو چاندی کی سنگلی ڈال کر ساتھ رکھا تھا۔ داغدار زرد چیتا اپنی آنکھیں چوکس کیے ارد گرد جمع ہونے والی بھیڑ کو دیکھ رہا تھا اور کچھ گھبرا بھی رہا تھا۔ کھانے پینے کی دکانوں کے باہر سنگِ مرمر کے تخت بچھے ہوئے تھے جن پر بڑے بوڑھے رومن بیٹھے ان نوجوانوں کو حیرت سے دیکھ دیکھ کر ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو کیسا زمانہ آ گیا ہے کہ اب نئی عمر کے لونڈے بھی ریشمی لباس پہننے لگے ہیں اونچے اونچے مکانوں پر بیلیں چڑھی ہیں ہر چوک میں بہادر سپاہیوں، مشہور کھلاڑیوں، اور جرنیلوں کے سنگ مرمر کے سفید مجسمے لگے ہوئے ہیں۔

عنبر نے زندگی میں پہلی بار محسوس کیا کہ روم میں ہر دوسرا شخص خوش حال اور امیر ہے اسے صرف کسانوں کی حالت خراب نظر آئی کیونکہ

وہ غلام تھے اور سارا سارا دن محض روکھی سوکھی روٹی پر اپنے مالکوں کے لئے کھیتوں میں جانور بن کر کام کرتے تھے ابھی تک کسی نے ہل سے کام لینا نہیں سیکھا تھا غلام صبح سے شام تک پھاوڑوں سے کھیتوں میں کیاریاں بناتے اور فصل بو کر پانی دیتے اور پھر اسے کاٹ کر مالک کے تہہ خانے میں ڈھیر لگا دیتے۔

سائیکی نے اسے بتایا کہ اس کے والد کی حویلی شہر کے مغربی کنارے دریا کے کنارے واقع ہے۔ عنبر نے دریا کے کنارے پہنچ کر دیکھا کہ سائیکی کے والد کی حویلی ایک حسین مقام پر واقع تھی سائیکی عنبر کو ساتھ لے کر اپنے باپ کے پاس گئی اس کا باپ اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے عنبر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

بیٹی سائیکی۔ یہ نوجوان کون ہے؟

سائیکی نے جواب میں باپ کو بتایا کہ اس نوجوان نے اسے ڈاکوؤں

کے پنجے سے آزاد کرایا ہے اس کا باپ ان دونوں کو دوسرے کمرے میں لے گیا اور اس نے نوکروں کو وہاں سے باہر نکال دیا اور عنبر سے کہا۔

عجیب بات ہوئی ہے کہ ابھی ابھی ان ڈاکوؤں میں سے ایک مجھے مل کر گیا ہے اس نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ اگر میں اسے ایک لاکھ روپے کے جواہرات دے دوں تو وہ میری بیٹی کو چھوڑ دے گا میں نے اس سے کل پھر آنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

عنبر نے کہا۔!

مجھے ان کی ساری سازش کا علم ہے وہ روپے کا مطالبہ کرنے آپ کی طرف آئے تھے کہ میں نے سائیکی کو آزاد کر کے اپنے ساتھ لیا اور یہاں پہنچ گیا۔

تو اب کیا خیال ہے ڈاکو کیا کریں گے؟ وہ ضرور سائیکی کی تلاش میں

میرے گھر دوبارہ آئیں گے۔

دراصل سائیکی کا باپ ایک شریف سوداگر تھا اور وہ ڈاکوؤں سے بہت ڈرتا تھا اس کا خیال تھا کہ ڈاکوؤں کو جب معلوم ہوگا کہ سائیکی فرار ہو کر واپس اپنے گھر پہنچ گئی ہے تو وہ ضرور اس کی تلاش میں اس کے گھر آئیں گے اور اسے دوبارہ اغوا کر کے لے جائیں گے عنبر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

آپ فکر نہ کریں۔ اگر آپ نے ڈاکوؤں سے اس طرح ڈرنا شروع کر دیا تو پھر وہ آپ کو ساری عمر چین سے نہ بیٹھنے دیں گے وہ آئے دن آپ سے روپے پیسے کا مطالبہ کرتے رہیں گے۔

سوداگر نے سہم کر پوچھا۔

مگر وہ تو سنگ دل ڈاکو ہیں وہ تو مجھے اور میری بیٹی کو قتل کر دیں گے ان سے پیچھا چھڑانا بڑا مشکل ہو جائے گا۔

عنبر نے کہا۔

دنیا میں شریف آدمی کا کوئی بال تک بیکا نہیں کرسکتا شریف آدمیوں کے دم قدم سے ہی دنیا میں شرافت کا نام زندہ ہوتا ہے اگر آپ بھی ڈرنے لگے تو پھر شریف لوگوں کو کوئی نہیں پوچھے گا۔

لیکن.........لیکن میں کیا کروں؟ وہ لوگ تو آج رات نہیں کل ضرور آئیں گے۔

عنبر نے کہا۔

انہیں آنے دیں میں اتنی دیر یہاں آپ کے پاس رہوں گا۔

سائیکی نے بھی کہا۔

ہاں عنبر بھائی! آپ ضرور یہاں رہیں میرا باپ کمزور دل انسان ہے اگر ڈاکو آ گئے تو یہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

عنبر نے وہاں اس وقت تک ٹھہرنے کا فیصلہ کرلیا جب تک ڈاکو واپس

نہیں آتے وہ رات گزر گئی کوئی ڈاکو نہ آیا دوسرے روز عنبر تھوڑی دیر کے لئے باہر گیا اور دو چار سراؤں میں گھوم پھر کر اس نے اپنے دوست ناگ پھنی کو تلاش کیا مگر وہ اسے کہیں نظر نہ آیا دوپہر کے وقت عنبر سوداگر کی حویلی میں آ گیا اسے یقین تھا کہ اس رات ڈاکو ضرور وہاں پہنچ جائیں گے چنانچہ وہ رات اس نے جاگ کر گزارنے کا فیصلہ کر لیا اس نے سائیکی اور اس کے باپ کو پچھلے کمرے میں چھپا دیا اور خود باہر برآمدے میں تخت بچھا کر لیٹ گیا۔

آدھی رات گزر گئی، کوئی ڈاکو نہ آیا۔ عنبر نے اٹھ کر چاروں طرف گھوم پھر کر اطمینان کیا اور پھر تخت پر لیٹ گیا رات کے پچھلے پہر اس کی آنکھ لگ گئی اچانک اس کی آنکھ کھلی تو اس کو نوکر جگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مالک اور اس کی بیٹی غائب ہیں عنبر نے حیرانی سے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

کہاں..........کیسے غائب ہو گئے؟

نوکر نے اسے بتایا کہ ڈاکوؤں نے عقبی دیوار کو توڑ کر انہیں کمرے کے اندر سے اغوا کر لیا ہے عنبر جلدی سے پچھلے کمرے میں گیا۔ دیوار آدھی ٹوٹی ہوئی تھی اور دونوں باپ بیٹی غائب تھے اس کے ساتھ ہی لاکھوں روپے کے ہیرے جواہرات بھی چوری کر لیے گئے تھے۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ ڈاکوؤں کو یہ کس طرح معلوم ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹی پچھلے کمرے میں چھپے ہوئے ہیں ضرور کسی نے یہاں سے انہیں اطلاع دی ہو گی ورنہ وہ کبھی معلوم نہیں کر سکتے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ خود سوداگر کے گھر میں کوئی نوکر ڈاکوؤں سے ملا ہوا تھا عنبر نے ایک ایک نوکر کو بلا کر پوری طرح سے پوچھ گچھ کی مگر ہر کسی نے دیوتاؤں کی قسمیں کھا کھا کر کہا کہ وہ بے قصور ہے اور اس کا ڈاکوؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے عنبر بے بس ہو کر رہ گیا وہ بلا وجہ کسی نوکر کو پکڑ کر

رومی پولیس کے حوالے نہیں کر سکتا تھا۔

آخر ایک کنیز نے آ کر عنبر کو بتایا کہ اسے ایک نوکر پر شک ہے عنبر نے پوچھا۔۔

وہ کون سا نوکر ہے۔؟

کنیز نے کہا۔

وہ اس وقت گھر پر نہیں ہے بازار سے سودا سلف خریدنے گیا ہوا ہے۔

مجھے شک ہے کہ مالک اور اس کی بیٹی کو اغوا کرانے میں اس نے ڈاکوؤں کا ساتھ دیا ہے۔

جس وقت وہ نوکر بازار سے واپس آیا تو عنبر نے اسے الگ لے جا کر اچھی طرح سے پوچھ گچھ کی مگر اس نے پلو نہ پکڑایا عنبر نے اس کے ساتھ سختی بھی کی مگر نوکر ایک ہی رٹ لگاتا تھا کہ اسے کچھ معلوم نہیں کہ مالک اور اس کی بیٹی کہاں ہے؟ اب عنبر عاجز آ گیا وہ اس نوکر کو ہلاک

تو کر نہیں سکتا تھا لاچار ہو کر اسے چھوڑ دیا اور خود ہی ڈاکوؤں کا سراغ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسری طرف اسے اپنے دوست ناگ پھنی کی بھی تلاش تھی؟ چنانچہ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ ایک بار پھر حویلی سے نکلا اور شہر کی باقی ماندہ سراؤں کے چکر لگانے لگا وہ ایک سرائے سے نکل کر دوسری سرائے میں جاتا اور لوگوں کو باتیں کرتے کھانا کھاتے بڑے غور سے گھور گھور کر دیکھتا۔ وہ ایک موٹے سے آدمی کو گھور رہا تھا کہ اس نے غصے میں کہا۔

کیوں میاں صاحبزادے میری طرف یوں گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟

معاف کرنا بڑے میاں۔ آپ کی شکل میرے مرے ہوئے چچا سے بڑی ملتی جلتی ہے۔

جہنم میں جائے تمہارا چچا اور تم......... بھاگو یہاں سے نہیں تو

مکہ مار کر سر توڑ دوں گا۔

عنبر کھسیانی سی ہنسی ہنسا، وہاں سے نکل کر دوسری سرائے میں آ گیا۔

یہاں اس نے میز پر بیٹھے کھانا کھاتے ایک نوجوان کو دیکھا معلوم ہوا

کہ وہ نوجوان کھانا کھاتے ہوئے اپنی پلکیں بالکل نہیں جھپک رہا تھا۔

عنبر بڑا خوش ہوا کہ آخر اس نے اپنے دوست ناگ پھنی کا سراغ لگا ہی

لیا اسے سو فی صد یقین تھا کہ وہی نوجوان اس کا دوست سانپ ہے وہ

اس کے قریب جا کر میز پر بیٹھ گیا اور ادھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

ناگ پھنی۔ میں نے تمہاری تلاش میں سارا روم چھان مارا ہے۔

دیوتا کا شکر ہے کہ آخر تم مجھے مل گئے۔

پہلے تو اس نوجوان نے کچھ نہ کہا۔ لیکن جب عنبر نے دوسری بار اس کی

کہنی پکڑ کر کہا۔

ناگ پھنی۔ تم سانپ ہی ہو ناں؟

اس پر وہ نو جوان کہنی جھٹک کر بولا۔

کون ہو تم؟

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

یار مجھے نہیں پہچانا؟ میں عنبر ہوں تمہارا دوست تمہارا محسن اور تم ناگ پھنی ہو سانپ ہو۔

بکواس بند کرو جی۔ اگر پھر مجھے سانپ کہا تو میں حلق سے زبان کھینچ کر باہر پھینک دوں گا چلو بھاگو یہاں سے۔

اب عنبر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کیونکہ اس دوران میں اس نو جوان نے کئی بار آنکھیں جھپکیں تھیں ظاہر ہے کہ وہ سانپ نہیں تھا اور عنبر کو غلط فہمی ہوئی تھی عنبر نے معذرت کی اور وہاں سے اٹھ کر نو دو گیارہ ہو گیا وہ بڑا حیران تھا کہ آخر ناگ پھنی کہاں چلا گیا اس نے تو کہا تھا کہ وہ روم کی کسی نہ کسی سرائے میں ضرور مل جائے گا عنبر نے روم کی ایک

ایک سرائے چھان ماری تھی مگر تاک چھنی کا کہیں نام و نشان تک نہیں مل رہا تھا اب صرف ایک سرائے رہ گئی تھی جو دریا کے پار تھی اور جہاں بڑے بڑے امیر کبیر سوداگر آ کر اترا کرتے تھے۔

عنبر اس سرائے کی طرف چل پڑا۔

سانپ سے ملاقات

یہ ایک عالی شان سرائے تھی۔

ایک خوب صورت تالاب کے کنارے سرائے کے دروازے پر اپالو دیوتا کے سنگ مرمر کے بت بنے ہوئے تھے ایک بڑے کمرے میں زمین پر قالین بچھے ہوئے تھے اور سوداگر آرام کر رہے تھے یہ تمام

لوگ امیر تھے اور رنگ برنگ کے ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے عنبر کا لباس پرانا اور غریب آدمیوں جیسا تھا سرائے کے مالک نے اسے اندر آتا دیکھا تو اٹھ کر اس کے پاس آیا اور جھڑک کر بولا۔

کیوں میاں! یہاں کیا لینے آئے ہو۔ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے یہاں بھکاریوں کا کوئی کام نہیں۔

عنبر نے اسے بہتیرا کہا کہ وہ خود ایک تاجر ہے اور اپنے ایک سوداگر دوست کے بارے میں پتہ کرنے آیا ہے مگر سرائے کے مالک نے اسے دھکے دے کر سرائے سے باہر نکال دیا اور کہا۔

ارے بہت دیکھے ہیں تیرے ایسے بھیک مانگتے تاجر کیا یہاں چوری کرنے کا ارادہ ہے یاد رکھ اگر پھر ادھر کا رخ کیا تو سپاہیوں کے حوالے کر کے بھوکے شیروں کے سامنے ڈلوا دوں گا۔

عنبر نے سرائے والے سے جھگڑا مول لینا مناسب نہ سمجھا اور چپکے

سے سرائے سے باہر نکل گیا یہی شہر میں ایک سرائے باقی رہ گئی تھی۔
چنانچہ یہاں جانچ پڑتال کرنا بہت ضروری تھا عنبر نے فیصلہ کیا وہ
سرائے کے باہر تالاب کنارے بیٹھ کر اندر آتے جاتے لوگوں کو غور
سے دیکھے گا اور اپنے سانپ دوست کو پہچاننے کی کوشش کرے گا وہ
تالاب کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سرائے سے نکلتے اور داخل
ہوتے لوگوں کو دیکھنے لگا وہ شام تک وہاں بیٹھا رہا مگر اسے سانپ نہ
مل سکا مجبوراً شام کو وہ واپس سوداگر کی حویلی میں آ گیا یہاں حویلی
میں آ کر اسے سوداگر اور اس کی بے گناہ بیٹی ساجیلی کی فکر کھانے لگی
ان بے چاروں کو تلاش کرنا بھی بہت ضروری تھا کہ آخر وہ کس حال
میں ہیں کہاں ہیں اور ڈاکو ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے
عنبر سوداگر کی حویلی میں رہتا تھا اور اس پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد
ہوتی تھی کہ وہ اسے اور اس کی بیٹی کو ڈاکوؤں کے پنجے سے نجات

ولائے چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ صبح سویرے اٹھ کر وہ اس غار میں جائے گا جہاں وہ سائیکی کو پہلی بار ملا تھا۔

اگلے روز منہ اندھیرے اٹھ کر عنبر شہر سے کافی دور پرانے کھنڈروں کی طرف روانہ ہو گیا دوپہر کے بعد وہ ویران محل کے کھنڈر میں پہنچ گیا اسے معلوم تھا کہ ڈاکو اب وہاں نہیں ہوں گے پھر بھی وہ غار کے پاس آ گیا غار کا منہ کھلا تھا وہ دبے پاؤں اندر داخل ہو گیا اندر سوائے گرے پڑے پتھروں کے اور کچھ نہ تھا ڈاکو وہاں سے فرار ہو چکے تھے عنبر غار سے باہر نکل کر پتھروں پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ ڈاکو کہاں ہو گے۔

وہ اس شہر میں اجنبی تھا روم ایک بہت بڑا شہر تھا اور عنبر کو اس شہر کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا اسے اتنی ضرور خبر تھی کہ اس شہر پر ایک ایسا رومی شہنشاہ حکومت کرتا ہے جو بڑا ظالم اور بے رحم ہے جو قیدیوں

کو بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیتا اور بہت خوش ہوتا ہے اور شور مچاتا ہے جس نے اپنی دو بیویوں کو محض اس جرم کی بنا پر شیروں کے آگے ڈال دیا تھا کہ انہوں نے ایک بار اس کی طرف مسکرا کر نہیں دیکھا تھا اس کا اس بڑے شہر میں جاننے والا بھی کوئی نہیں تھا وہ کسی سے سانیکی اور اس کے سوداگر باپ کے بارے میں پوچھ بھی نہیں سکتا تھا۔

مجبوراً عنبر واپس سوداگر کی حویلی میں آ گیا اور رات کو بستر پر لیٹ کر یہی سوچتا رہا کہ وہ پہلے سوداگر اور اس کی بیٹی کو تلاش کرے یا اپنے دوست سانپ کی تلاش میں گھر سے نکلے؟ اس کا خیال تھا کہ اگر سانپ پہلے مل جائے تو پھر ڈاکوؤں کو تلاش کرنے میں آسانی ہو سکتی تھی سانپ ان کی بو سونگھ کر ان کا پیچھا کر سکتا تھا۔ آخر اس نے اپنے دوست سانپ کو پہلے تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا اور سو گیا جانے رات

کتنی گزر چکی تھی کہ عنبر کی ایک دم آنکھ کھل گئی اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سینے میں پوری طاقت سے خنجر گھونپ دیا ہے اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

واقعی ایک لمبا چوڑا خنجر پورے کا پورا اس کے سینے میں دل کے اندر تک گھسا ہوا تھا اور ایک نقاب پوش دور کھڑا اس کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا عنبر اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اجنبی قاتل کچھ حیران سا ہوا کہ عنبر کے سینے میں پورا خنجر گھسا ہوا ہے اور وہ درد سے تڑپنے کی بجائے مسکرا رہا ہے پھر اس کے سینے سے خون بھی نہیں بہہ رہا عنبر نے اس کی حیرانی کو اور زیادہ کرنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا کر اپنے سینے سے خنجر نکال کر اس آدمی کی طرف پھینک دیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

قاتل نے زمین پر سے خنجر اٹھا کر اسے غور سے دیکھا خنجر پر خون کا

ایک قطرہ تک نہیں لگا ہوا تھا اس کی آنکھیں تو پھٹی کی پھٹی رہ گئیں
کیونکہ عنبر بھی بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا
تھا قاتل نے جھٹ پیچھے ہٹ کر کمان میں تیر اجوڑا اور کھٹاک سے
پوری طاقت کے ساتھ عنبر کے سینے پر چلا دیا تیر بھی آدھے سے زیادہ
عنبر کے سینے میں داخل ہو گیا عنبر نے اسے بھی یوں پکڑ کر باہر کھینچ دیا
جیسے وہ ربڑ کے اندر لگا ہو، نہ زخم ہوا نہ خون بہا قاتل نے دوسرا تیر جوڑ
کر مارا۔ اس کو بھی عنبر نے پکڑ کر باہر نکال دیا اور بستر پر سے اٹھ کر
نیچے اتر آیا اور قاتل کی طرف بڑھا قاتل کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور
وہ کھڑکی میں سے دوسری طرف کود گیا گھبراہٹ میں اسے معلوم نہ ہو
سکا کہ وہ جس کھڑکی میں سے کود رہا ہے وہ تالاب پر نہیں بلکہ نوکیلی
چٹانوں کے اوپر کھلتی ہے۔ چنانچہ نیچے جاتے ہی قاتل کا جسم نوکیلی
چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اس کی لاش کو گھر کے نوکروں اور

کنیزوں میں سے کوئی بھی نہ پہچان سکا کہ وہ کون تھا عنبر نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ یقیناً ان دو ڈاکوؤں میں سے ایک ہوگا جو عنبر سے سائیکی کے اغوا کا بدلہ لینے آیا ہوگا۔

اپنے رات والے فیصلے کے مطابق عنبر امیر سوداگروں کی سرائے میں اپنے دوست ناگ پھنی کو تلاش کرنے آ گیا پہلے روز کی طرح سرائے کے مالک نے اس دن بھی اسے اندر نہ گھسنے دیا اور عنبر باہر ہی بیٹھ کر آنے جانے والوں کو دیکھتا رہا سارا دن وہ سرائے کے باہر بیٹھا رہا مگر اپنے دوست سانپ عرف ناگ پھنی کی اسے ایک جھلک بھی دکھائی نہ دی شام کو ناامید ہو کر عنبر گھر واپس آ گیا رات کے کھانے پر عنبر نے کنیز سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا۔

بی بی تمہارا کیا خیال ہے وہ آدمی کون تھا جو مجھے جان سے مارنے آیا تھا مگر کھڑکی سے گر کر خود ہلاک ہو گیا؟

کنیز نے کہا۔

مالک میرا تو خیال ہے کہ یہ وہی ڈاکوؤں میں سے تھا وہ آپ سے بدلہ لینے آیا تھا۔

میرا بھی یہی خیال ہے مگر سوال یہ ہے کہ سوداگر اور اس کی بیٹی سائیکی کو ان لوگوں نے کہاں چھپا رکھا ہو گا۔؟

کنیز نے سرگوشی میں کہا۔

بڈھے غلام کو سب کچھ معلوم ہے وہ ضرور ڈاکوؤں سے ملا ہوا ہے۔

عنبر نے کہا۔

مگر وہ تو ایک بات بھی زبان سے نہیں نکالتا چاہے جتنا پوچھو جتنا مارو خاموش رہتا ہے یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔

مالک اسے مار کھانے کی عادت ہو گئی ہے وہ اس طرح کبھی بھی نہیں بکے گا۔

عنبر نے پوچھا۔

پھر اس سے ڈاکوؤں کو کس طرح سراغ لگایا جائے؟

کنیز بولی۔

ایک ہی طریقہ ہے کہ چھٹی کے دن جب یہ شہر کی سیر کو جائے تو اس کا پیچھا کیا جائے وہ ضرور ڈاکوؤں سے جا کر ملتا ہوگا اس نے ڈاکوؤں کے ساتھ بنا کر رکھی ہوئی ہے جب ہی تو بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا ہے۔

ٹھیک ہے میں اس کا تعاقب کروں گا تم کسی سے ذکر مت کرنا۔

میں کیوں ذکر کروں گی بھلا میں اپنے مالک کی نمک حرام نہیں ہوں میں تو اس کی وفادار ہوں دیوتا میرے مالک اور اس کی بیٹی کو اپنی حفاظت میں رکھیں۔ جانے بے چارے کہاں ہوں گے؟ کس حال میں ہوں گے؟

عنبر نے کنیز کو تسلی دی کہ وہ بالکل فکر نہ کرے اس کے مالک اور بیٹی سائیکی کو ہر حال میں تلاش کیا جائے گا۔

میں اس وقت تک کوئی اور کام نہیں کروں گا اور نہ اس شہر سے آگے سفر کروں گا جب تک تمہارے سوداگر مالک اور اس کی بیٹی سائیکی کا سراغ نہیں لگالیتا۔

اب ذرا یہ دیکھتے ہیں کہ سانپ ناگ پھنی کس حال میں ہے اور کہاں ہے۔؟

ایران سے عنبر سے جدا ہو کر ناگ پھنی سیدھا روم کی طرف روانہ ہوا تھا راستے میں جگہ جگہ پڑاوڈالتا، آرام کرتا ناگ پھنی ایک انسان کی شکل میں روم کی طرف مسلسل سفر کر رہا تھا جب روم ایک دن کے سفر پر رہ گیا تو ناگ پھنی نے ایک چشمے کے کنارے رات گزارنے کا فیصلہ کیا اور زمین پر قالین بچھا کر لیٹ گیا اس کا گھوڑا اس کے پاس ہی بندھا

ہوا تھا اسے وہاں لیٹے ابھی ایک آدھ پل ہی ہوا تھا کہ گھوڑوں کے سموں کی ٹاپ نے اسے خبردار کر دیا وہ لیٹا رہا اس کا خیال تھا کہ مسافر ہوں گے اور اس کے قریب سے ہو کر گزر جائیں گے۔

لیکن ایسا نہ ہوا۔

یہ وہی دو ڈاکو تھے جنہوں نے سانگیکی اور اس کے باپ کو قید کر رکھا تھا اور اب عنبر کو قتل کرنے کی فکر میں تھے ناگ پھنی اس صورت حال سے بے خبر تھا ڈاکو اس کے اردگرد آ کر کھڑے ہو گئے ایک نے ناگ پھنی کو غور سے دیکھا اور کہا۔

کون ہو تم ؟ اور تمہاری جیب میں سونا چاندی کتنا ہے ؟

ناگ پھنی دل ہی دل میں مسکرایا، اس نے سوچا ذرا دل لگی ہی کر کے دیکھ لیں اس نے کہا۔

حضور! میں غریب ہوں اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے صرف

یہ گھوڑا ہی ہے ہاں اگر میرے ساتھ میرے گھر چلیں تو وہاں میرے
پاس ہیرے جواہرات سب کچھ ہیں۔
ڈاکوؤں کی تو آنکھیں کھل گئیں دوسرے ڈاکو نے حکم دے کر کہا۔
چلو اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔ اور سنو۔ اگر تم نے راستے میں شور
مچانے کی کوشش کی تو ہم تمہیں اسی وقت خنجر مار کر ہلاک کر دیں گے۔
ناگ پھنی نے جھوٹ موٹ گڑگڑا کر اور ہاتھ جوڑ کر کہا۔
حضور! میری بھلا اتنی جرات کہاں کہ آپ جیسے بہادر لوگوں کا مقابلہ
کر سکوں میں آپ کو سیدھا اپنے گھر لے چلوں گا وہاں چل کر آپ
جس قدر چاہے سونا چاندی لوٹ لیں۔
ناگ پھنی اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں ڈاکوؤں کے آگے آگے
چل پڑا۔ اب وہ راستے میں سوچنے لگا کہ ان لوگوں کو کس کے گھر لے
کر چلے اس کا اپنا گھر تو کوئی بھی نہیں تھا پھر اس نے سوچا کہ کسی بھی

امیر آدمی کے گھر کے باہر انہیں کھڑا کر کے خود اندر چلا جائے گا اور دوسری طرف سے باہر نکل جائے گا۔

وہ اپنی طرف سے دل لگی کر رہا تھا کیونکہ پہنچنا تو اسے ہر حال میں اسی شہر میں تھا جس شہر یعنی روم کی طرف وہ ڈاکو سفر کر رہے تھے سفر شروع ہو رہا تھا اگلی صبح کو وہ تینوں روم شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

ڈاکوؤں کو اس اجنبی نوجوان سے بڑا لالچ تھا انہوں نے اس وقت تک سائیکی اور اس کے باپ کو اغوا کر لیا ہوا تھا اور وہاں سے پیسے نہ ملنے کی وجہ سے انہیں سخت پریشانی تھی اور پیسوں کی اشد ضرورت بھی تھی؟ چنانچہ انہوں نے ناگ پھنی جیسی موٹی مرغی کو اپنی آنکھوں سے ادھر اُدھر نہ ہونے دیا روم شہر کے اندر داخل ہو کر انہوں نے ناگ پھنی سے کہا۔

کہاں ہے تمہارا گھر؟

حضور! بس تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔

چلتے چلتے ناگ پھنی کو سامنے ایک مکان نظر آیا اس نے اسی مکان کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہی میرا گھر ہے۔

حضور! آپ میرا گھوڑا لے کر یہاں ٹھہریں میں اندر جا کر ابھی سارا زیور اور ہیرے جواہرات لا کر دیے دیتا ہوں۔

ڈاکو نے کہا۔

اگر تم نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو ہم رات کو آ کر تمہارے مکان کو آگ لگا کر تمہیں قتل کر دیں گے۔

ایسا ہرگز نہیں ہوگا حضور ہرگز نہیں ہوگا۔ آپ ایک پل کے لئے یہاں ٹھہریں میں ابھی سارا مال لے کر آتا ہوں۔

ناگ پھنی نے گھوڑا ان ڈاکوؤں کے پاس ہی چھوڑا اور خود اس مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا اس کا خیال تھا کہ وہ ڈیوڑھی میں ہی

سانپ بن کر غائب ہو جائے گا لیکن اس نے اندر مکان میں سے کسی عورت کے سسکیاں بھرنے اور رونے کی آواز سنی وہ ڈیوڑی میں سے گزر کر اندر مکان کے صحن میں آ گیا اس نے کان لگا کر سنا ایک عورت کمرے میں دیوتاؤں سے رو رو کر دعا مانگ رہی تھی۔

اے مقدس دیوتاؤ۔ میری مالکن اور مالک کو ڈاکوؤں کے پنجے سے چھڑا دو میں تمہارے مندر میں گھی کے چراغ جلاؤں گی میری مالکن تو بھولی بھالی معصوم لڑکی ہے۔

ناگ پھنی کو اس عورت پر ترس آ گیا کہ بے چاری کس مصیبت میں گرفتار ہو کر دیوتاؤں کے آگے رو رو کر دعائیں مانگ رہی ہے اس نے اس دکھی عورت کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ناگ پھنی نے دروازے پر دستک دی عورت نے دروازہ کھول کر پوچھا۔

کون ہو تم؟ اور یہاں کیا لینے آئے ہو؟

یہ باتیں بعد میں کریں گے میں تمہاری مدد کرنے یہاں آ گیا ہوں یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمہاری مالکن اور مالک کو کون لوگ اٹھا کر لے گئے ہیں۔

یہ سائیکی کی کنیز کا گھر تھا جو دیوتاؤں کے آگے دعا مانگنے اپنے گھر آ گئی تھی اس نے ناگ پھنی کو سارا قصہ سنایا اور بتایا کہ ڈاکو کئی روز سے اس کی مالکن سائیکی اور اس کے باپ کو اغوا کر کے جانے کہاں لے گئے ہیں۔ ناگ پھنی نے کہا۔

اس وقت میں خود دو عدد ڈاکوؤں کے پنجے میں پھنسا ہوا ہوں ذرا باہر گلی میں جھانک کر دیکھو یہ ڈاکو وہی تو نہیں ہیں؟

کنیز نے اس رات ڈاکوؤں کی ایک جھلک دیکھ لی تھی اس نے کھڑکی میں سے باہر جھانک کر دیکھا اور فوراً پہچان لیا۔

یہی وہ ڈاکو ہیں جنہوں نے میری مالکن اور مالک کو اغواء کیا ہے۔

ناگ پھنی نے کنیز کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

بس اب فکر نہ کرو، مجھے صرف یہ بتا دو کہ تمہاری مالکن کا مکان کہاں

ہے۔؟

کنیز نے دریا کنارے والی حویلی کا پورا پتہ بتا دیا ناگ پھنی کو ابھی تک

معلوم نہیں تھا کہ اس حویلی میں عنبر اس کا انتظار کر رہا ہو گا اس نے کنیز کو

وہیں چھوڑا اور خود باہر آ کر ڈاکوؤں سے کہنے لگا۔

حضور! میری ماں سارا سونا اور جواہرات لے کر دوسرے مکان میں

چلی گئی ہے آپ میرے ساتھ دوسرے مکان میں چلئے میں آپ کو

وہاں سے سارا مال لا کر دوں گا۔

ڈاکو نے طیش میں آ کر کہا۔

کمینے بکواس کرتا ہے۔ چل ہمارے ساتھ جنگل میں ہم ابھی تجھ سے

سارا مال برآمد کر لیتے ہیں۔

دونوں ڈاکو ناگ پھنی کو پکڑ کر شہر سے باہر ویران جگہ پر لے گئے اور اسے کوڑوں سے مارنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر تک تو ناگ پھنی خاموش رہا پھر اس نے سوچا کہ بھاڑ میں جائے ایسا مذاق اور دل لگی، یہ کمبخت تو مجھے مار کر ہی دم لیں گے فوراً پھنکار مار کر سیدھا ہو گیا اور ایک خونخوار شیر بن کر اس زور سے دھاڑا کہ دونوں ڈاکو ششدر ہو کر رہ گئے ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ ابھی ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا ہاتھ جوڑ رہا تھا اور ابھی وہ شیر بن گیا وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر دیوانوں کی طرح ایک طرف کو بھاگے کچھ دور تک ناگ پھنی نے شیر بن کر ان کا تعاقب کیا پھر سانپ کے روپ میں ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ وہ اصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکوؤں کا ٹھکانہ کس جگہ ہے اور انہوں نے کنیز کی مالکہ ساٸیکی اور اس کے باپ کو کہاں پر چھپا رکھا ہے ڈاکو ناگ پھنی کی نظروں سے

اوجھل ہو گئے تھے وہ صرف ان کی بو سونگھ کر آگے بڑھ رہا تھا شہر سے کافی دور ویران چٹیل پہاڑوں میں ایک کھنڈر کے پاس جا کر سانپ رک گیا یہاں ان دونوں کی بڑی تیز بو آ رہی تھی۔ آخر اس نے ایک طرف پہاڑ میں سوراخ دیکھا اور اس سوراخ کے اندر داخل ہو گیا یہ سوراخ ایک بہت بڑے غار کا منہ تھا جسے ڈاکوؤں نے پتھروں سے بند کر دیا تھا اندر ایک سرنگ چلی گئی تھی ناگ چھتی دیوار پر رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پھر اس نے دیکھا کہ دونوں ڈاکو ایک جگہ پتھروں پر بیٹھے اس واقعہ پر حیرت کا اظہار کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

ایسے لگتا ہے جیسے خواب دیکھا ہو..............

ڈراؤنا خواب...........

بھید کھل گیا

وہ ایک ڈراؤنا خواب ہی تھا، جو ڈاکوؤں نے دیکھا تھا۔

اور اب وہ ایک اور ڈراؤنا خواب دیکھنے والے تھے سانپ دیوار کے ساتھ لگا ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکوؤں نے سائیکی اور اس کے والد کو کس جگہ پر چھپا رکھا ہے۔ اتنے میں ایک ڈاکو نے کہا۔

میں تو کہتا ہوں اس بڈھے کا کام تمام کر کے سائیکی کو دوسرے شہر میں لے جا کر فروخت کر دیتے ہیں خواہ مخواہ کا ایک بوجھ ہم نے اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔

جیسے تمہاری مرضی لیکن آج کا دن انتظار کر لو شاید وہ ہمیں بتا دے کہ

اس نے اپنا خزانہ کس جگہ چھپا رکھا ہے۔

ٹھیک ہے لیکن آج اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا کل تک وہ خزانے کا پتہ بتائے یا نہ بتائے ہم اسے ضرور ٹھکانے لگا دیں گے۔

ٹھیک ہے۔

اس کے بعد انہوں نے اٹھ کر دیوار کے عقب میں جا کر سلاخدار دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو گئے تھوڑی دیر بعد وہاں سے سائیکی کی چیخوں کی آوازیں آنے لگیں صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ڈاکو اس معصوم لڑکی پر ظلم کر رہے ہیں تا کہ اس کا باپ بیٹی کو مار پڑتے دیکھ کر خزانے کا پتہ بتا دے سانپ سے سائیکی کی چیخیں برداشت نہ ہو سکیں وہ دیوار پر سے رینگتا ہوا سلاخ دار دروازے کی اوٹ میں آ گیا اس نے دیکھا کہ ڈاکوؤں نے دونوں باپ بیٹی کو زنجیروں کے ساتھ دیوار کے ساتھ باندھ رکھا تھا ایک ڈاکو ہنٹر سے بے چاری سائیکی کو بری

طرح پیٹ رہا تھا اور وہ رو رو کر رحم کی بھیک مانگ رہی تھی سائیکی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا مگر ڈاکوؤں کو بالکل رحم نہیں آ رہا تھا سانپ کو بے حد غصہ آ گیا اس نے اسی وقت ان دونوں سنگ دل انسانوں کا کام تمام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ پہلے کس کو ڈس کر ہلاک کرے سانپ نے دیکھا کہ ایک ڈاکو تو سائیکی کو مار رہا تھا اور دوسرا پتھر پر آرام سے بیٹھا بطخ کی بھنی ہوئی ٹانگ چبا رہا تھا سانپ نے دوسرے ڈاکو کو پہلے ڈسنے کے لئے چن لیا اور بہت سوچ سمجھ کر دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا جب وہ دوسرے ڈاکو کے پیچھے آ کر آہستہ آہستہ پھن پھیلا کر کھڑا ہونے لگا تو سائیکی کے باپ نے اسے دیکھ لیا اور خوف کے مارے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

سانپ سانپ۔

اتنا سن کر ہنٹر مارنے والے ڈاکو نے پلٹ کر پیچھے دیکھا مگر اس دوران میں سانپ اپنا کام کر چکا تھا اس نے لپک کر دوسرے ڈاکو کو ڈس دیا اور اب غار کے اندر کہیں غائب ہو چکا تھا دوسرا ڈاکو ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا پہلے ڈاکو نے خنجر نکال کر سانپ کے کاٹے ہوئے زخم کو کریدنا شروع کر دیا لیکن ناگ پھنی کا زہر کوئی معمولی زہر نہیں تھا یہ ایک ایسے سانپ کا زہر تھا جو دو سو برس سے اس زمین پر زندہ تھا اس کا زہر تو پلک جھپکتے میں دوسرے ڈاکو کے خون میں شامل ہو کر اسکے سارے بدن میں پھر گیا تھا پہلا ڈاکو خنجر سے زخم کرید ہی رہا تھا کہ دوسرا ڈاکو بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا اور طیش میں آ کر سامبا کی اور اس کے باپ کی طرف مڑا اور ہنٹر سے ان دونوں کو بے تحاشا مارنے لگا۔

ذلیل انسانوں، صرف تمہاری وجہ سے میرا دوست مر گیا ہے۔

اب میں تم دونوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اور اس کے ساتھ ہی ڈاکو نے ہنٹر پھینک کر میان میں سے تلوار نکالی اور ہوا میں لہرا کر ان کی طرف بڑھا دی دوسری طرف سانپ بھی دوبارا حملہ کرنے کے لئے وہاں موجود تھا وہ تلوار کے پیچھے آ کر اپنا پھن پھیلا چکا تھا جوں ہی ڈاکو نے تلوار فضا میں بلند کی سائیکی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اور سانپ نے فوراً منہ آگے کر کے پہلے ڈاکو کو بھی پنڈلی پر ڈس لیا اور پھر پتھروں کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔

ڈاکو تو خوف زدہ ہو کر وہیں بیٹھ گیا تلوار اس کے ہاتھوں سے گر پڑی اور اس کا سارا بدن زہر کے اثر سے کانپنے لگا۔ سانپ دیوار کی اوٹ میں ہو گیا یہاں اس نے پھنکار ماری اور پھر سے انسان کے روپ میں آ گیا اور سامنے آ کر دم توڑتے ہوئے ڈاکو سے کہنے لگا۔

تم جیسے ظالم اور قاتل لوگوں کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔

ڈاکو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

دیوتا کے لئے میری جان بچالو میں زندہ رہنا چاہتا ہوں مجھ پر رحم کرو۔

ناگ پھنی نے کہا۔

تم نے کسی انسان پر رحم کھایا ہوتا تو آج تم پر بھی کوئی رحم کھاتا تم نے ہمیشہ بے گناہ لوگوں پر ظلم کیا اب اپنے کیے کی سزا بھگتو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔

ناگ پھنی کی آنکھوں کے سامنے پہلے ڈاکو نے بھی دم توڑ دیا زمین پر دونوں ڈاکوؤں کی لاشیں پڑیں تھیں ناگ پھنی نے آگے بڑھ کر دونوں باپ بیٹی سائیکی اور اس کے باپ کی زنجیریں کھول دیں سائیکی کے باپ نے کہا۔

نیک دل نوجوان۔ تو کون ہے اور تجھے کیسے پتہ چلا کہ ہم باپ بیٹی یہاں زندگی اور موت کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں۔

بس پتہ چل ہی گیا، میرے ساتھ چلیے میں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ آتا ہوں۔

تمہارا شکریہ ہم کس زبان سے ادا کریں؟ لیکن میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آرہی کہ تم ڈاکوؤں کی خفیہ جگہ پر اکیلے پہنچ کیسے گئے؟ اور وہ سانپ کہاں سے آ گیا؟

ناگ پھنی نے ذرا تیز لہجے میں کہا۔

بڑے میاں۔ تم کو اتنی زیادہ فکر کیوں ہے کہ میں یہاں کیسے آیا بہر حال تمہیں ڈاکوؤں کے پنجے سے چھڑانے ہی آیا ہوں اور پھر اس قسم کے غاروں میں تو سانپ ہوا ہی کرتے ہیں۔

سائیکی نے کہا۔

مجھے حیرت ہے اس بات پر کہ سانپ نے ہمیں کچھ نہیں کہا دونوں

مرتبہ اس نے ڈاکوؤں کو ہی آ کر ڈسا۔

تو کیا تم یہ چاہتی تھیں کہ سانپ ڈاکوؤں کی بجائے تم دونوں کو ہلاک کر

دیتا اگر ایسا ہے تو سانپ شاید پھر آ جائے۔

سائیگی کے باپ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

دیوتا تمہیں سلامت رکھیں ایسا ہرگز نہ کرنا ہماری زندگی بچ گئی ہم تو

تمہارا احسان ساری زندگی نہیں بھلا سکتے۔

سائیگی اور اس کا باپ ناگ پھنی کے ساتھ غار سے باہر آ گئے یہاں

ڈاکوؤں کے دونوں گھوڑے درختوں کے نیچے بندھے ہوئے تھے وہ

گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور شہر میں اپنی حویلی کی طرف بڑھنے لگے

حویلی میں کنیز نے ناگ پھنی کے ساتھ اپنے مالک اور اس کی بیٹی کو

دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئی اب اس نے بتایا کہ کس طرح نوجوان

اس کی آہ وزاری سن کر ان کی مدد کو روانہ ہوا تھا سائیکی نے اس کے باپ سے ناگ پھنی کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا۔ اسے طلائی تخت پر بٹھایا غلاموں نے اس کے آگے کھانا چن دیا سائیکی کے والد نے عنبر کے بارے میں پوچھا۔

کنیز نے کہا۔

وہ اپنے کسی دوست کی تلاش میں نکلے ہیں آتے ہی ہوں گے ناگ پھنی کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں وہ شخص جس کے بارے میں سائیکی کا باپ پوچھ رہا ہے۔ عنبر.........اس کا محسن ہی نہ ہو اس نے پوچھا۔

آپ کس نوجوان کی بات کر رہے ہیں؟

سائیکی نے کہا۔

اس کے اندر بھی تمہاری طرح انسانی ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ابھی آجائے گا تو تمہیں ملوائیں گے۔

ناگ پھنی خاموشی سے کھانا کھاتا رہا پھر وہ سائیکی کے باپ کے ساتھ مل کر قہوہ پینے لگا اتنے میں دروازے کا پردہ ایک طرف اٹھا اور عنبر اندر داخل ہوا اس نے ناگ پھنی کو بالکل نہ پہچانا کیونکہ وہ کسی اجنبی نوجوان کے روپ میں تھا مگر ناگ پھنی نے اسے اسی وقت پہچان لیا اور اٹھ کر آگے بڑھا۔

میرے محسن میرے وفادار دوست۔

عنبر سمجھ گیا کہ اس کے سامنے ناگ پھنی انسان کی شکل میں کھڑا ہے وہ بھی ناگ پھنی سے بغلگیر ہو گیا اب گھر کے باقی لوگ بھی سمجھ گئے کہ دونوں بچھڑے ہوئے دوست تھے جنہیں تقدیر نے ان کے گھر میں ملا دیا عنبر نے سائیکی اور اس کے باپ کو مبارکباد دی کہ اس کے دوست کی وجہ سے وہ پھر اپنے گھر آ گئے ناگ پھنی نے سارا واقعہ عنبر کو سنا دیا لیکن اس نے سب کے سامنے یہ ظاہر نہ کیا کہ اس نے سانپ

بن کر ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا تھا بس یہی کہا۔

خوش قسمتی سے وہاں ایک سانپ آ گیا جس نے ڈاکوؤں کو ڈس لیا ورگرنہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنا بڑا مشکل تھا۔

سائیکی کے باپ نے کہا۔

اگر عین وقت پر سانپ نہ آتا تو ڈاکو ہم دونوں باپ بیٹی کو قتل کر چکے ہوتے۔

عنبر مسکرانے لگا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ سانپ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا اس نے ناگ پھنی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

شاباش میرے دوست تم نے ایک غم نصیب بوڑھے باپ اور اس کی بے گناہ بیٹی کی مدد کر کے انسانیت کا نام اونچا کر دیا ہے۔

میں تمہارے اس نیک کام سے بے حد خوش ہوا ہوں۔

ناگ پھنی نے مسکرا کر کہا۔

میرے دوست میں نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے میری جگہ آپ ہوتے تو یہی فرض ادا کرتے۔

یہ ساری گفتگو وہ مکار غلام بھی سن رہا تھا جو ڈاکوؤں سے ملا تھا اسے اپنے دوستوں کے ہلاک ہونے اور ساٸیکی اور اس کے باپ کے بچ نکلنے کا از حد صدمہ ہوا تھا اس نے اسی وقت دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اس نوجوان سے ضرور انتقام لے گا اب رات کا انتظار کرنے لگا اس کا ارادہ رات کو سوتے میں ناگ پھنی کو قتل کر دینے کا تھا کم بخت کی موت اس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔

رات گئے تک عنبر اور ناگ پھنی آپس میں باتیں کرتے رہے ناگ پھنی نے اسے بتایا کہ اس کو مصر میں ہی دیر ہو گئی ورنہ روم میں کب کا پہنچ گیا ہوتا عنبر نے اسے کہا کہ اس نے روم کی ایک ایک سرائے کی خاک چھان ماری پھر اس نے امیر سوداگروں کی سرائے کی گنجے اور

بدتمیز مالک کا قصہ بھی سنایا کہ اس نے اس کے ساتھ انتہائی بدتمیزی کا
سلوک کیا پھر ناگ پھنی نے کہا کہ کل اس کے پاس چل کر ذرا اس کی
خبر لیں گے۔

اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو گئے
ناگ پھنی رات کو جب بھی انسان کی شکل میں سوتا تھا تو اس کی
آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی تھیں چنانچہ اس رات بھی وہ گہری نیند سو گیا مگر
اس کی دونوں آنکھیں کھلی تھیں ادھر مکار غلام اسی وقت کا انتظار کر رہا
تھا اس نے جب تسلی کر لی کہ ناگ پھنی سو گیا ہے تو وہ دبے پاؤں اس
کے کمرے میں داخل ہو گیا قالین پر قدم قدم چلتا ہاتھ میں خنجر
چھپائے وہ ناگ پھنی کے پلنگ کی طرف عقب سے بڑھنے لگا ناگ
پھنی اگرچہ انسان کی شکل میں سو رہا تھا مگر آخر وہ سانپ تھا اس کی حس
بڑی تیز تھی سوتے ہی اس کے نتھنوں میں کسی اجنبی انسان کے بدن کی

بو تیز داخل ہوئی اور اس کی نیند ٹوٹ گئی اس نے اندھیرے میں دیکھا
کہ سائیکی کا غلام خنجر ہاتھ میں لئے بڑی احتیاط کے ساتھ ایک ایک
قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا ہے وہ سمجھ گیا کہ یہ غلام ضرور ڈاکوؤں
سے ملا ہوا ہوگا اور اب اس سے ڈاکوؤں کی موت کو بدلہ لینا چاہتا ہے
وہ چوکنا ہو گیا وہ یہ دیکھنے لگا کہ غلام کب اس کے قریب آتا ہے جب
مکار حملہ آور ناگ پھنی کی اپنی زد میں آ گیا اور اس نے بستر پر لیٹے
لیٹے زور سے پھنکار ماری اور سانپ کی شکل اختیار کر کے اپنا پھن اٹھا
کر اس کے سامنے لہرانے لگا۔ غلام کے تو خوف کے مارے پسینے
چھوٹ گئے اپنے سامنے ایک اچھے بھلے سوئے ہوئے انسان کو یک
لخت سانپ بنتا دیکھ کر اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ کر زمین پر گر پڑا!
اور وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

ناگ پھنی نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ چونکہ غلام نے ہاتھ جوڑ کر

معافی مانگ لی ہے اس لئے وہ اسے کچھ نہیں کہے گا مگر وہ اپنا پھن اسی طرح لہراتا رہا لیکن بدقسمت غلام نے یہ ایک چال چلی تھی وہ آہستہ سے کھسکتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا سانپ وہیں کھڑا اس کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھتا رہا غلام نے پیچھے ہٹ کر لپک کر دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی تلوار کھینچ لی اور ناگ پھنی پر حملہ کر دیا گر سانپ پہلو بدل کر دوسری طرف نہ ہٹ جاتا تو غلام کی تلوار نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔

اب غلام تلوار سے وار پر وار کر رہا تھا اور سانپ اپنی جان بچانے کے لئے ادھر اُدھر پہلو بدل رہا تھا اب تو ناگ پھنی کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی تھی اس نے سوچا اگر وہ سانپ کی جون میں ہی رہا تو غلام ضرور تلوار مار کر اسے شدید زخمی کر دے گا بہتر یہی ہے کہ کسی دوسرے جانور کی شکل اختیار کی جائے۔

کوئی ایسا جانور جسے اگر تلوار کا ایک آدھ ہاتھ لگ بھی جائے تو وہ زخمی نہ ہو اس کے لئے ناگ پھنی کے ذہن میں صرف ہاتھی کا خیال ہی آیا چنانچہ اس نے پیچھے ہٹ کر زور سے پھنکار ماری اور دوسرے لمحے غلام نے دیکھا کہ کمرے میں فرش سے لے کر چھت تک ایک بہت بڑا ہاتھی کھڑا جھول رہا ہے اور بار بار اس کی طرف اپنی سونڈ لہرا رہا تھا اب تو غلام بے حد گھبرا گیا اس کا خیال تھا کہ ناگ پھنی کوئی جادوگر ہے اور یہ سب کچھ جادو کے زور سے کر رہا ہے اس نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور ہاتھی کی سونڈ کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر اتنے بڑے ہاتھی کے آگے اس کی کچھ بھی پیش نہ گئی۔ ہاتھی نے آگے بڑھ کر اپنی سونڈ کا دو من وزنی مکہ غلام کی پسلیوں میں دے مارا اور اس کی کمر کے دو ٹکڑے ہو گئے مکار غلام مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا ناگ پھنی اسی وقت دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا اور اس نے

حویلی میں شور مچا کر سب کو بلا لیا گھر کے سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے

سائیکی کو معلوم ہوا کہ غلام اسے قتل کرنے آیا تھا تو بے حد حیران ہوئی

کنیز نے کہا۔

مالکہ مجھے تو اس کمینے پر پہلے روز ہی سے شک تھا اسی نے ڈاکوؤں کو

اس رات بتایا تھا کہ آپ کس کمرے میں سو رہی ہیں۔

عنبر نے کہا۔

مجھے خود اس پر شک تھا آخر ہمارا شک درست ثابت ہوا بہر حال

دیوتاؤں کا شکر ہے کہ ہمارے دوست کی جان بچ گئی اور قتل کرنے کی

نیت سے آنے والا خود ہی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ گیا۔

صبح کو سائیکی کے باپ نے اس خوشی میں اپنی حویلی یا چھوٹے سے محل

میں دوستوں کی ایک شاندار دعوت کی جس میں ہر قسم کے پرندوں کا

گوشت بھونا گیا دعوت میں عنبر نے ناگ پھنی کو ایک طرف لے جا کر

پوچھا۔

کم از کم مجھے تو بتا دو کہ تم نے حملہ آور کی کمر کے دو ٹکڑے کس ہتھیار سے کیے تھے؟

ناگ پھنی نے مسکرا کر کہا۔

کیا تم یقین کر لوگے میں ہاتھی بن کر اس کے سامنے آ گیا تھا مگر کم بخت ذرا نہیں ڈرا اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے مجھے انسان سے سانپ کی شکل میں آتے دیکھا ذرا گھبرایا مگر پھر ہوشیار ہو کر تلوار چلانے لگا۔ اگر میں ہاتھی نہ بنتا تو وہ مجھے تلوار سے شدید زخمی کر دیتا۔

عنبر نے کہا۔

ہاتھی بن کر تمہیں کچھ عجیب سا نہیں لگا تھا؟

ناگ پھنی نے ہنس کر کہا۔

بس یوں لگا تھا جیسے میں سارے کمرے میں بھر گیا ہوں ابھی تک مجھے

اپنے کندھوں پر بوجھ سا محسوس ہو رہا ہے غور سے دیکھو یار عنبر کہیں میں ابھی تک ہاتھی تو نہیں ہوں؟ کہیں میری ناک پر سونڈ تو نہیں نکل رہی؟

اور دونوں دوست دیر تک ہنستے مسکراتے رہے۔

ہیلن آف ٹرائے

روم میں ایک ظالم اور جابر بادشاہ کی حکومت تھی۔

عنبر نے فیصلہ کیا کہ اس شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر میں چلنا چاہیے اس نے روم میں رہ کر ٹرائے کے شہر کی اور وہاں کی ملکہ ہیلن کی بڑی تعریف سنی تھی کہ وہ بڑی پڑھی لکھی اور عالم فاضل ملکہ ہے اور پڑھے لکھے تہذیب والے لوگوں کی بڑی قدر کرتی ہے اس کے شہر میں

قیدیوں کو بھوکے شیروں کے آگے بھی نہیں ڈالا جاتا تھا عنبر نے اپنے فیصلے سے ناگ پھنی کو آگاہ کیا تو اس نے کہا۔

میرے دوست میں تمہارے ساتھ ہوں تم جس شہر میں جانا چاہو گے میں بھی اسی کی طرف رخ کروں گا۔

اسی روز انہوں نے ساتگی اور اس کے والد سے اجازت لی اور روم شہر سے رخصت ہونے کے لئے اس کے بازاروں میں نکل آئے۔

اچانک عنبر کو اس سرائے کے گنجے مالک کا خیال آگیا جس نے عنبر کے ساتھ بدتمیزی کی تھی اور اسے محض اس لئے سرائے کے اندر داخل نہیں ہونے دیا تھا کہ عنبر کے پاس دولت نہیں تھی ناگ پھنی نے مسکرا کر کہا۔

چلو ذرا اس گنجے سرائے والے سے دو دو ہاتھ کرتے چلیں۔ اسے ایسا سبق سکھا دیں کہ پھر کسی غریب آدمی کا مذاق نہ اڑا سکے اور اس کے

ساتھ بدتمیزی سے پیش نہ آئے۔

دونوں دوست گنجے سرائے والے کے محلے میں آ گئے عنبر نے کہا کہ وہ غریب بن کر تو وہاں نہیں جا سکتے کیونکہ سرائے کے مالک کا حکم ہے کہ اس کی سرائے میں غریبوں کی کوئی جگہ نہیں صرف امیر سوداگر ہی اس کی سرائے میں ٹھہر سکتے ہیں ناگ پھنی نے کہا۔

یہ کون سی مشکل بات ہے۔ ہم ابھی امیر سوداگر بن جاتے ہیں میں سانپ ہوں اور سانپوں کے پاس تو بڑے خزانے ہوتے ہیں بلکہ ہم تو خزانوں کی خبر گیری کرتے ہیں تم آنکھیں بند کر و۔

عنبر نے آنکھیں بند کر لیں اسے ایک پھنکار کی آواز سنائی دی۔

اب آنکھیں کھول کر دیکھو۔

عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ دونوں دوست انتہائی قیمتی ریشمی کپڑوں میں ملبوس تھے ان کے ساتھ دو فالتو خچر تھے جن پر

ریشم اور کم خواب کے اعلیٰ ترین کپڑوں کے تھان لدے ہوئے تھے گویا وہ اس وقت امیر ترین سوداگروں کے بھیس میں تھے ناگ پھنی نے مسکرا کر کہا۔

کیوں دوست! یہ حلیہ ٹھیک رہے گا ناں؟ اب تو سرائے کا گنجا مالک ہمیں سرائے میں داخل ہونے سے نہیں روکے گا ناں؟

اب تو وہ جھک جھک کر ہمیں سلام کرتا نہیں تھکے گا۔

تو پھر آؤ.......... چل کر تماشہ دیکھتے ہیں..........

دونوں دوست بڑے امیر اسوداگروں کے بھیس میں سرائے کے باہر پہنچ گئے سرائے کے گنجے مالک نے جب دیکھا کہ دو زرق برق قیمتی لباس والے سوداگر تجارت کے سامان کے ساتھ اس کی سرائے میں آئے ہیں تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور لپک کر ان کی طرف آیا اور جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔

حضور تشریف لائیے! زہے قسمت! کہ آپ تشریف لائیے۔

گنجے نے سہارا دے کر عنبر اور ناگ پھنی کو گھوڑے پر سے اتارا اس نے ایک لمحے کے لئے گھور کر عنبر کو دیکھا اور سوچنے لگا کہ شاید اس نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے پھر اس نے سر کو جھٹک دیا وہ امیر سوداگروں کی خدمت کے نشے میں سرشار تھا اسے خوب معلوم تھا کہ وہ ان سے من مانی وصول کرے گا اور خوب دولت کمائے گا۔

حضور کے غسل کے لئے گرم پانی موجود ہے حضور کے کھانے کے لئے میرے پاس خرطوم کے کبوتر بھی ہیں اور یمن کے ہرن بھی حضور جو پسند کریں میں وہی پکواؤں۔

عنبر نے گردن اکڑا کر کہا۔

ہم یہاں دیوتاؤں کی ایک رسم ادا کرنے آئے ہیں ہم شہر کے ایک ہزار غریبوں کو اعلیٰ ترین کھانا پکوا کر کھلانا چاہتے ہیں۔ کیا اس کا

بندوبست ہو سکے گا؟

گنجے سرائے والے کی تو باچھیں کھل گئیں ہزار آدمیوں کے کھانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس میں سے کئی ہزار سونے کے سکے حاصل کر سکتا تھا اس نے جھک کر کہا۔

حضور میری سرائے میں اگر آپ جائیں تو سارے روم شہر کی دعوت کا بندوبست کیا جا سکتا ہے آپ کی دعا سے میں تو خدمت ہی امیر لوگوں کی کرتا ہوں غریب آدمی کو تو میں سرائے کے اندر داخل ہی نہیں ہونے دیتا۔

ناگ پھنی نے کہا۔

تو پھر ٹھیک ہے کل شام اسی سرائے کے باہر شامیانے لگ جانے چاہیں۔ شہر میں اعلان کرا دو کہ جو کوئی بھی بھوکا ہو وہ یہاں پہنچ کر پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتا ہے.........اور سنو۔ کھانے میں ہر قسم کے

پرندوں کا گوشت ہونا چاہیے یمن کے جتنے ہرن تمہارے پاس ہیں سب کو بھون ڈالو۔ دریائے فرات کے کنارے پر اگے ہوئے اعلیٰ ترین چاول کا پلاؤ پکانا۔ اگر کھانا خراب ہوا تو ہم ایک پائی بھی ادا نہیں کریں گے۔

گنجے نے گردن جھکا کر کہا۔

حضور کبھی ہو سکتا ہے کہ کھانا خراب پکے جس طرح آپ کا حکم ہو گا ویسے ہی ہو گا جناب عالی اگر آپ معزز اور امیر ترین سوداگر ہیں تو میں بھی خاندانی آدمی ہوں میری سرائے میں سے تو کبھی کبھی بادشاہ روم کے دربار میں بھی کھانا لگ کر جاتا ہے۔

بس ٹھیک ہے کھانے اور دعوت کا ابھی سے انتظام شروع کر دو اگر سونے کے کچھ سکوں کی ضرورت ہو تو ہم سے پیشگی لے سکتے ہو۔

کم بخت اگر اسی وقت کچھ سکے پیشگی لے لیتا تو اس کا نقصان اتنا

زیادہ نہ ہوتا مگر بدنصیب نے شیخی سے کام لے کر کہا۔

حضور انور اس کی کیا ضرورت ہے غلام کے پاس آپ کا دیا بہت کچھ ہے دیوتا اپالو کی قسم اگر آپ حکم کریں تو سارے روم کے لئے دعوت پکوا دوں۔

شاباش۔ ہمیں تم سے یہی امید تھی ہم بھی اسی لئے تمہاری سرائے میں آئے ہیں۔

آپ کی ذرہ نوازی ہے۔

سرائے کا گنجا مالک تو خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا اس کے پاس جتنی دولت جتنا سونا تھا سب کا سب دے کر اس نے اعلیٰ ترین دعوت کا انتظام شروع کر دیا سینکڑوں ہرن ، مرغ ، بطخیں، کبوتر ، تیتر، بیمرغ ، خرگوش، اور خدا جانے کیا کیا خوشبوئیں اور مصالحے خرید لئے عنبر اور رنگ بھنی اسے پاگلوں کی طرح گھوم پھر کر دعوت کا انتظام

کرتے دیکھ دیکھ کر بے حد خوش ہو رہے تھے۔

دوسرے روز شام کو سرائے کے باہر شامیانے لگ گئے شہر کے جتنے غریب اور مسکین لوگ سارے کے سارے وہاں جمع ہو گئے۔

ہزاروں کے لئے کھانا پکایا گیا تھا عنبر اور ناگ پھنی نے خود اپنی نگرانی میں غریبوں میں کھانا تقسیم کرنا شروع کر دیا غریب لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ اور دعائیں دے رہے تھے گنجے مالک کو یہ بات اگرچہ پسند نہیں تھی کہ اس کی سرائے کے باہر غریب لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو مگر عنبر اور ناگ پھنی سے اسے بے پناہ دولت ملنے والی تھی اس لئے وہ خاموش رہا۔

کھانا ختم ہو گیا غریب لوگ پیٹ بھر کر دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے عنبر اور ناگ پھنی اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سرائے کا مالک ہاتھ میں فہرست لے کر اندر داخل ہوا۔ اس نے جھک کر تین بار سلام

کیا اور بولا۔

حضور انور! اخراجات کی فہرست حاضر خدمت ہے۔

ناگ پھنی نے کہا۔

ہاں۔ ہاں ضرور پیش کرو۔

ناگ پھنی نے اخراجات کی فہرست پڑھی تو حیران ہو گیا، گنجے نے ایک ایک چیز کے چھ چھ گنا زیادہ دام لگائے تھے یوں اس نے تیرہ لاکھ سونے کے سکوں کا بل بنا دیا تھا لیکن اس نے چہرے پر ایک شکن بھی نہ ڈالی کیونکہ اس نے کون سا وہ بل ادا کرنا تھا اس نے بل دیکھ کر کہا۔

کیا یہ مناسب ہے نا؟

گنجے مالک نے ادب سے موٹی گردن میں بل ڈال کر کہا۔

حضور۔ بالکل مناسب ہے میں نے ہر شے کی بڑی ہی جائز قیمت

لگائی ہے۔

ناگ پھنی نے عنبر کو بل دکھایا عنبر نے سر ہلا کر کہا۔

بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پھر گنجے کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

اس وقت ہم تھکے ہوئے ہیں صبح اٹھ کر ساری رقم ادا کر دی جائے گی

..............اور ہاں تمہیں انعام بھی دیا جائے گا تمہارا کھانا بڑا

مزے دار تھا اور دعوت کا انتظام بھی بڑا اچھا تھا۔

سرائے کے مالک نے خوش ہو کر کہا۔

حضور کی عنایت ہے حضور کی عنایت ہے یہ آپ کا غلام صبح کو حاضر ہو گا

ہشب بخیر۔

شب بخیر۔

جب سرائے کا مالک چلا گیا تو دونوں دوست خوب ہنسے کیونکہ انہیں

معلوم تھا کہ صبح کو وہ اس سرائے میں نہیں ہوں گے عنبر نے کہا کہ
خچروں پر لدے ہوئے ریشم اور کم خواب کے تھانوں کو بھی اپنے ساتھ
ہی غائب کرنا ہوگا ناگ پھنی نے کہا کہ ہر ایک شے اس طرح غائب
کر دی جائے گی کہ سرائے کا مالک ساری زندگی بھی ڈھونڈتا رہے گا تو
اسے ہمارا نشان تک نہ مل سکے گا۔ اس کے بعد دونوں سو گئے صبح اٹھ کر
ناگ پھنی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خچر کو ریشمی کپڑوں کے تھان
سمیت غائب کر دیا اس کے بعد اس نے نوکر بھیج کر سرائے کے مالک
کو بلایا اور اسے کہا کہ وہ ان کے لئے گھوڑوں کا بندوبست کرے۔
سرائے کے گنجے مالک کو تو رقم کے ساتھ ساتھ انعام ملنے کی بھی پوری
امید تھی چنانچہ وہ خوشی خوشی باہر گیا اور اس نے گھوڑوں کا بندوبست کر
دیا۔
حضور! خالص عربی گھوڑے آپ کے لئے لایا ہوں۔

عنبر نے کہا۔

ہمیں تم سے یہی امید تھی اب ایسا کرو کہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی
گھوڑوں کے ساتھ کر دو۔

سرکار! اس کا انتظام میں نے پہلے ہی کر دیا ہے ہرن کی نہایت لذیذ
بھنی ہوئی دو ٹانگیں تھیلوں میں بند کر کے گھوڑوں کے ساتھ لٹکا دی ہیں
تا کہ حضور کو راستے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

ناگ پھنی نے کہا۔

یہ بتاؤ کہ یہاں سے ٹرائے کتنی دور ہے؟

سرائے کے مالک نے کہا۔

سرکار! ایک دن اور ایک رات کا سفر ہے؟

عنبر نے کہا۔

ٹھیک ہے.........اچھا اب ہم جا رہے ہیں۔

گنجا مالک ذرا پریشان ہو کر بولا۔

لیکن حضور! میری دعوت کی رقم کہاں ہے؟

ارے ہاں! ناگ پھنی نے کہا وہ تو ہم بھول ہی گئے تھے گنجے مالک نے کھسیانی سی ہنسی ہنس کر کہا۔

کوئی بات نہیں حضور ایسا ہو جایا کرتا ہے آپ امیر لوگ اکثر پیسوں کے بارے میں بے نیاز ہوتے ہیں۔

ناگ پھنی نے کہا۔

یہ لو اپنی رقم۔

ناگ پھنی نے اتنا کہہ کر ایک پھنکار ماری اور سیاہ کالا سانپ بن گیا اور پھن پھیلا کر سرائے کے مالک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنی زبان بار بار نکالنے اور جھولنے لگا۔ گنجے کا تو خون خشک ہو گیا وہ خوف کے مارے سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور ہو گیا عنبر نے کہا۔

لالچی انسان اب لیتا کیوں نہیں اپنی رقم؟ تو غریب آدمی کو اپنی سرائے میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا اب ایک امیر سوداگر سے اپنی رقم وصول کیوں نہیں کرتا؟

سانپ نے ایک پھنکار ماری اور سرائے کے گنجے مالک کی گردن کے گرد لپٹ گیا یہ صدمہ اس قدر خوفناک تھا کہ سرائے کا گنجا مالک اسے برداشت نہ کر سکا اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر گیا ناگ پھنی فوراً انسان کے روپ میں آ گیا اور اس نے عنبر سے کہا کیا خیال ہے اب چلنا چاہیے اس لالچی شخص کو اپنے لالچ کی سزا کافی مل چکی ہے۔

ٹھیک ہے اس کے لئے اتنی سزا ہی کافی ہے۔

ناگ پھنی نے کہا

تم کہو تو میں اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتا ہوں۔

نہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اب یہاں سے نکل

چلنا چاہیے۔

دونوں دوست سرائے کے باہر نکل آئے یہاں دیوار کے ساتھ ایک نوکر گھوڑے لیے کھڑا تھا اس نے جھک کر دونوں دوستوں کو سلام کیا اور سرائے کے مالک کے حکم کے مطابق دونوں گھوڑے ان کے حوالے کر دیے عنبر اور ناگ پھنی گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر ٹرائے کی طرف روانہ ہو گئے جہاں ملکہ ہیلن رہتی تھی۔

پورا ایک دن اور ایک رات سفر کرنے کے بعد دونوں دوست ٹرائے کے شہر میں داخل ہو گئے یہ چھوٹا سا خوبصورت شہر ایک مضبوط قلعے کے اندر بنا ہوا تھا قلعے کے دروازے پر رومن سپاہی پہرہ دے رہے تھے عنبر اور ناگ پھنی جب دروازے پر پہنچے تو سپاہیوں نے انہیں اندر جانے سے روک دیا۔

تم کون ہو، اور ٹرائے میں کیا کرنے جا رہے ہو؟

عنبر نے آگے بڑھ کر کہا۔

ہم بیماروں کا علاج کرتے ہیں اور اس شہر کی سیر کرنے اور یہاں سے جڑی بوٹیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے ہیں۔

اس وقت ٹرائے اور دوسرے شہر سپارٹا کی آپس میں بڑی دشمنی چل رہی تھی یہی وجہ تھی کہ سپاہی سختی کرتے تھے انہیں بادشاہ ٹرائے کی طرف سے حکم تھا کہ کسی بھی ایسے آدمی کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے جس کے بارے میں کوئی ذرا سا بھی شک ہو مگر عنبر نے سپاہیوں کے ساتھ کچھ ایسے دوستانہ طریقے سے باتیں کیں کہ انہوں نے خوش ہو کر قلعے کا چھوٹا دروازہ کھول دیا۔

تم لوگ شہر میں داخل ہو سکتے ہو۔

عنبر ناگ چینی کو لے کر خوشی خوشی شہر کے اندر داخل ہو گیا اس شہر کی آبادی اگرچہ کم تھی لیکن وہاں انہیں ہر دوسرا شہری فوجی لباس میں نظر

آیا سپارٹا والوں کے خلاف اس شہر کی ریاست بڑی زبردست جنگی تیاریاں کر رہی تھی حالاں کہ یہ بات سپارٹا والوں کے بارے میں مشہور تھی کہ وہ سب کے سب سپاہی ہیں اور بڑے بہادر لڑاکا سپاہی ہیں تاریخ بھی اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ سپارٹا شہر کے لوگ بڑے جنگجو تھے اور میدان جنگ میں بے جگری کے ساتھ لڑتے تھے اس وقت کی تمام شہری ریاستیں سپارٹا سے خوف کھاتی تھی۔

شاید اسی لئے ٹرائے کے لوگ بڑی زبردست جنگی تیاریاں کر رہے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کا ایک بڑے بہادر دشمن سے مقابلہ ہے عنبر اپنے دوست کے ساتھ گھوڑے پر سوار شہر کی سیر کرتا کرتا ایک جگہ درختوں کے پاس بہنے والے چشمے کے کنارے آ کر رک گیا ان کا خیال تھا کہ یہاں کچھ دیر آرام کیا جائے اور سوچا جائے کہ رات کہاں بسر کرنی ہے اور بادشاہ کے دربار تک رسائی کیسے حاصل ہو؟

شاہی دربار

چشمے پر تازہ دم ہونے کے بعد عنبر نے ناگ پھنی سے کہا۔

اب سوچنا یہ ہے کہ اس اجنبی شہر میں رات کہاں بسر کی جائے؟

ناگ پھنی نے کہا۔

سوائے کسی سرائے کے ہم کہیں بھی رات بسر نہیں کر سکتے؟

چنانچہ وہ سرائے کی تلاش میں چل پڑے اس زمانے میں سرائیں

بہت ہوا کرتی تھیں انہیں بھی ایک غریبانہ سرائے میں جگہ مل گئی اس

سرائے کی مالکن بڑی نیک دل رومن عورت تھی اس نے دونوں

دوستوں سے کہا کہ جب تک ان کو شہر میں کوئی ٹھکانہ نہ ملے وہ بے شک اس کی سرائے میں رہیں عنبر نے ناگ پھنی سے مشورہ کیا کہ ٹرائے کے دربار تک کیوں کر پہنچا جائے کیونکہ عنبر کا اصل مقصد یہی تھا کہ ٹرائے کے شاہی دربار میں پہنچ کر شہزادی ہیلن سے ملا جائے کیونکہ کہ اس نے ہیلن کی خوب صورتی اور اس کی عقلمندی کے بڑے چرچے سنے تھے ٹرائے کے لوگ بھی اپنی شہزادی سے بہت پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس جیسی عقلمند عورت کہیں بھی نہیں ہے۔

ناگ پھنی نے کہا۔

میرے دوست ٹرائے کے بادشاہ کے دربار میں پہنچنے اور وہاں ایک باعزت مقام حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح بادشاہ کے محل میں پہنچ کر اسے ڈستا ہوں میں بادشاہ کے خون میں صرف اتنا زہر داخل کروں گا جس سے وہ بیمار ہو جائے گا مرے گا

نہیں اس زہر کا کوئی علاج نہ کر سکے گا۔ پھر تم وہاں پہنچ کر علاج کرنا

تمہارے علاج سے بادشاہ تندرست ہو جائے گا اور تمہیں بادشاہ کی

ہمدردی حاصل ہو جائے گی۔

تجویز تو بڑی اچھی ہے دوست۔ مگر تم شاہی محل تک پہنچو گے کیسے؟ کیا

راستے میں تمہیں کوئی ہلاک نہیں کر دے گا؟

اسی روز ناگ پھنی گھوڑے پر سوار ہو کر سرائے سے نکل گیا۔

سرائے کے شاہی محل کا راستہ معلوم کرتا ہوا وہ محل کی عقبی دیوار کے پاس

پہنچ گیا محل کی دیوار کافی اونچی تھی اور کسی قلعے کی مانند تھی زیتون اور

انجیر کے درختوں کے نیچے گھوڑا باندھ کر اس نے غور سے دیوار کو دیکھا

اوپر پہرہ دینے کے لئے برج بنے ہوئے تھے جہاں رومن سپاہی پہرہ

دے رہے تھے ناگ پھنی سوچنے لگا کہ اگر اس نے وہیں سے سانپ

بن کر دیوار رینگ کو پار کرنے کی کوشش کی تو راستے میں اس کے

مارے جانے کا بہت خطرہ تھا کیونکہ جنگی حالات کی وجہ سے شاہی محل کی فصیل پر جگہ جگہ پہرہ لگا تھا اور فوجی پھر رہے تھے۔

پھر کیا کیا جائے؟

وہ انجیر کے درختوں کے پاس بیٹھ کر سوچنے لگا اچانک ایک ترکیب اس کے دماغ میں آئی کیوں نہ وہ شاہی عقاب کی شکل میں محل میں اڑتا ہوا جائے سپاہی اسے ضرور پکڑ کر بادشاہ کے حوالے کر دیں گے کیونکہ اس علاقے میں سفید عقاب بہت ہی کم پایا جاتا ہے اپنی یہ تجویز اسے بہت پسند آئی چنانچہ ایک بار زور سے پھنکار مارنے کے بعد ناگ پھنی جیتے جاگتے انسان سے ایک دم سفید عقاب میں تبدیل ہو گیا گھوڑا اسے دیکھ کر زور زور سے ہنہنانے لگا ناگ پھنی نے ایک اڑان لگائی اور درختوں کے اوپر ایک چکر کاٹ کر شاہی محل کی فصیل سے ہوتا ہوا محل کے خاص برج پر آ کر بیٹھ گیا سپاہیوں نے سفید عقاب

کو برج پر بیٹھے دیکھا تو اسے پکڑنے کے لئے بھاگے۔

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر سفید عقاب کو کمبل ڈال کر پکڑ لیا وہ تو خود پکڑا جانا چاہتا تھا سپاہی عقاب کو لے کر برج کے کپتان کے پاس لے آئے کپتان سفید عقاب کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا کیونکہ اس قسم کا عقاب خوش نصیبی کی نشانی تھا اور ادھر کبھی کبھی ہی دیکھنے میں آتا تھا۔

اس نے کہا۔

شاباش۔ میرے بہادر سپاہیوں تم نے ایک بڑا قیمتی عقاب پکڑا ہے۔ میں آج ہی اسے بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے انعام حاصل کروں گا بادشاہ سفید عقاب کو پا کر بہت خوش ہو گا۔

کپتان نے عقاب کو ایک سنہری پنجرے میں بند کیا اور سیدھا بادشاہ کے خاص محل کی طرف آ گیا ٹرائے کا سفید بالوں والا ادھیڑ عمر بادشاہ اس وقت اپنے وزیر سے باتیں کر رہا تھا وزیر کا خیال تھا کہ انھیں سپارٹا

شہر پر ایک دم اور چپ چاپ سے حملہ کر دینا چاہیے جب کہ بادشاہ کا خیال تھا کہ ایسا کرنے میں شکست کا خطرہ ہے ابھی ان کو شہر کی دیوار کے اندر رہ کر خوب جنگی تیاری کرنی چاہیے۔

وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ محل کے حفاظتی دستے کا کپتان سنہری پنجرے میں بند کیے ہوئے سفید عقاب کو لے کر اندر داخل ہوا اس نے گردن جھکا کر اور دایاں بازو بائیں بازو پر رکھ کر سلام کیا اور کہا۔

سرکار عالی! یہ غلام آپ کے لئے ایک سفید عقاب پکڑ کر لا رہا ہے جو خوش بختی اور فتح و نصرت کی نشانی ہے۔

اور کپتان نے سنہری پنجرہ چاندی کی تپائی پر رکھ دیا بادشاہ بڑا خوش ہوا اور بڑے غور سے سفید عقاب کو دیکھنے لگا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک بڑا قیمتی اور شان دار سفید عقاب تھا اس قسم کا عقاب بادشاہ نے ایرانی سفیر کے باغ میں دیکھا تھا بادشاہ نے کہا۔

شاباش! اسلیوکس! ہم تم سے بہت خوش ہیں تم نے ہمیں واقعی ایک قیمتی تحفہ لاکر دیا ہے ہمیں خود ایسے عقاب کی ضرورت تھی۔

کپتان نے کہا۔

حضور عالی! سفید عقاب کا آنا ویسے بھی ایک نیک شگون ہے۔

کیوں نہیں! اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دیوتاؤں کی ساری طاقتیں میرے ساتھ ہیں اور وہ دن دور نہیں جب سپارٹا کا شہر ہمارے قدموں پر گرا ہوا ہو گا۔

بادشاہ نے کپتان کو انعام واکرام دے کر رخصت کیا اور وزیر سے کہنے لگا۔

تمہارا کیا خیال ہے اس عقاب کے بارے میں کیا اس کا اچانک ہمارے محل میں آجانا ہماری خوش بختی اور خوش نصیبی کی دلیل نہیں؟

وزیر نے جیسے کڑوا گھونٹ نگل کر کہا۔

جی ہاں۔ جی ہاں۔ ضرور، ضرور۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ وزیر ایک منافق اور سازشی آدمی تھا اوپر سے وہ ٹرائے کے بادشاہ کا ہمدرد تھا لیکن اندر سے وہ سپارٹا والوں یعنی بادشاہ کے دشمنوں کے ساتھ ملا ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ ٹرائے پر حملہ ہو اور یہ ریاست سپارٹا والوں کے قبضے میں چلی جائے کیونکہ ٹرائے میں اس کے پاس بہت تھوڑی زمین اور جائیداد تھی اس کے خلاف سپارٹا میں وہاں کے بادشاہ نے اسے بے شمار زمینیں اور ایک شاہی محل دینے کا وعدہ کر رکھا تھا شرط صرف اتنی تھی کہ وہ ٹرائے کی فوج کے سارے راز اس کے حوالے کر دے اور فتح دلانے میں سپارٹا والوں کی ہر طرح سے مدد کرے سپارٹا کے بادشاہ پیرس نے اسے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر وہ کسی طرح ٹرائے کے بادشاہ کو زہر دے کر ہلاک کر دینے میں کامیاب ہو گیا تو اسے سپارٹا کی آدھی سلطنت دے دی جائے گی

وزیر انہی چکروں میں تھا۔

لیکن ٹرائے کے بادشاہ کو کسی قسم کی کوئی خبر نہیں تھی اسے اپنے وزیر پر بڑا بھروسہ تھا اور وہ کوئی بھی قدم اس کی مرضی اور مشورے کے بغیر نہیں اٹھاتا تھا اس نے سفید عقاب کے بارے میں وزیر سے مشورہ کیا تو وہ بولا۔

بادشاہ سلامت سفید عقاب آپ کی خوش بختی کی علامت ہے دیوتا آپ پر مہربان ہیں اگر اس وقت ہم سپارٹا والوں پر حملہ کر دیں تو فتح ہمارے قدم چومے گی۔

بادشاہ نے کہا۔

یہ میں سوچ کر فیصلہ کرنا چاہتا ہوں وزیر صاحب اس سلسلے میں میری خواہش ہے کہ میں اپنی عقل مند بیٹی ہیلن کی رائے بھی لے لوں۔

وزیر کو معلوم تھا کہ ہیلن ایک انتہائی دانش مند اور دور اندیش عورت

ہے اگر بادشاہ نے اس سے مشورہ لیا تو وہ اسے کسی اپنے شہر کی فصیل سے نکل کر دوسرے شہر والوں پر حملہ کرنے کا مشورہ نہیں دے گی اس نے کہا۔

بادشاہ سلامت آپ خود انتہائی سمجھدار اور عقلمند ہیں آپ کا فیصلہ دانش مندی اور عقل کا فیصلہ ہو گا۔

وزیر کسی نہ کسی طرح بادشاہ کا پھنسا دینا چاہتا تھا لیکن بادشاہ نے کہا۔

آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ میں کوئی بھی کام اپنی بیٹی ہیلن کی رائے لئے بغیر نہیں کرتا اور سپارٹا پر حملہ تو ایک بہت بڑا فیصلہ ہے اس پر عمل کرنے کے لئے مجھے کئی بار ہیلن سے مشورہ لینا ہو گا اور خود بھی سوچنا ہو گا۔

وزیر خاموش ہو گیا بادشاہ سفید عقاب کو بڑی محبت سے دیکھنے لگا اور وزیر نے فیصلہ کیا کہ وہ بادشاہ کو جنگ میں الجھانے کے لئے کوئی دوسری ترکیب سوچے گا سپارٹا کے بادشاہ پیرس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ

وزیر کی سازش سے ٹرائے کے بادشاہ کو مجبور کر دے کہ وہ اپنے شہر سے نکل کر سپارٹا کے قلعے پر حملہ کرے اور جوں ہی اسے اطلاع ملے وہ دوسری طرف سے ٹرائے پر حملہ کر کے اس کے اندر داخل ہو کر اسے فتح کر لے اسے وزیر کے خاص جاسوس کا انتظار تھا کیونکہ وزیر کا خیال تھا کہ وہ اسی خوشگوار موسم میں ٹرائے کے بادشاہ کی فوج کو قلعے میں باہر لانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

بادشاہ نے عقاب کو اپنے خاص محل میں لا کر رکھ دیا ہیلن نے سفید عقاب کو دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئی اس نے باپ سے کہا۔

ابا جان اس قدر خوبصورت عقاب آپ کو کہاں سے مل گیا۔

بادشاہ نے اسے بتایا کہ محل کا شاہی کپتان اسے پکڑ کر لایا ہے اور یہ عقاب ہمارے محل کے اوپر چکر لگا رہا تھا جس کا مطلب صاف یہ ہے کہ دیوتا ہمارے ساتھ بے حد خوش ہیں اور اگر ہماری سپارٹا والوں

سے جنگ ہوئی تو ہماری فتح یقینی ہوگی ہیلن جو کہ انتہائی خوبصورت شہزادی ہونے کے علاوہ ایک ذہین اور عقل مند بھی تھی کہنے لگی۔

فتح تو ہمیں اپنے سپاہیوں کی بہادری سے ہی ملے گی بہر حال یہ سفید عقاب مجھے بہت پسند آیا ہے۔

بیٹی یہ تم لے سکتی ہو۔

شکریہ ابا جان! آپ کے پاس رہے یا میرے پاس رہے ایک ہی بات ہے۔

اس کے بعد وزیر کے بارے میں بادشاہ نے اپنی بیٹی ہیلن سے بات کی تو وہ پریشان ہوگئی اس نے کہا۔

وزیر صاحب اتنے کیوں بے تاب ہیں کہ ہم خود سپارٹا کے شہر پر حملہ کریں ہمیں تو چاہیے کہ ہم اپنے قلعے کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

بادشاہ نے کہا۔

بہرحال وہ ہمارا وزیر ہے یہ اس کی رائے ہے رائے غلط بھی ہو سکتی ہے ہمیں اس کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔

ہیلن نے کہا:

مجھے تو کبھی کبھی اس کی نیت پر شک ہونے لگتا ہے۔

نہیں نہیں بیٹی! ایسی بات نہیں ہے وزیر خاص ہمارا وفادار ہے وہ کبھی کوئی ایسی رائے ہمیں نہیں دے سکتا جو ہمارے حق میں نہ جاتی ہو۔

ہیلن نے اس کا کوئی جواب نہ دیا وہ سنہری پنجرے میں سفید عقاب کو دیکھنے لگی جو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مسلسل ہیلن کو گھور رہا تھا۔

ہیلن کو سفید عقاب کی آنکھوں میں ایک ایسی کشش نظر آئی جو اس سے پہلے اس نے کبھی کسی عقاب کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اس نے کہا۔

ابا جان! یہ عقاب مجھے کوئی عجیب سا عقاب لگتا ہے اس کی آنکھوں میں جیسی چمک اور سرخی ہے وہ میں نے اس سے پہلے کسی پرندے میں نہیں دیکھی۔

بادشاہ نے بھول پن سے کہا۔

ہیلن بیٹی یہ ایک خاص قسم کا عقاب ہے یہ تو آج کل کسی جنگل میں بھی نہیں ملتا کوہ قاف کے اونچے اونچے پہاڑوں میں اپنا ٹھکانہ بناتا ہے اور کبھی پہاڑ کی چوٹیوں سے نیچے نہیں اترتا۔

شاید آپ ٹھیک کہتے ہوں۔

ہیلن نے آخری نگاہ عقاب پر ڈالی اور واپس اپنے کمرے میں چلی گئی جہاں سوڈان اور مصر کی کنیزیں اس کے انتظار میں بیٹھی تھیں کہ شہزادی تشریف لائے اور وہ اس کے سونے ایسے سنہری بالوں میں پھول اور کلیاں گوندھیں۔

اسی رات وزیر خاص نے ایک سوداگر کا بھیس بدلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر رات کے پچھلے پہر ٹرائے کے شہر سے نکل کر سپارٹا ریاست کی طرف روانہ ہو گیا وہ خود جا کر سپارٹا کے بادشاہ پیرس کو تمام حالات سے باخبر کرنا چاہتا تھا ایک رات اور ایک دن کے سفر کے بعد وزیر سپارٹا شہر کی فصیل کے نیچے پہنچ گیا۔

قلعے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے سپاہیوں کو خاص مہر کی نشانی دکھائی جس کو دیکھتے ہی اس پر فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا گیا وزیر گھوڑے پر سوار وہاں سے سیدھا پیرس کے محل میں پہنچا اس نے غلام کے ہاتھ اندر اطلاع پہنچائی کہ وزیر ٹرائے اس سے ملنے آیا ہے پیرس خود چل کر باہر آیا اور اس سے بغل گیر ہو کر اندر لے گیا پیرس نے محل کے سارے پردے گرا دیے اور خاص راز داری کے انداز میں وزیر سے تازہ ترین حالات پر گفت گو شروع کر دی وزیر نے اسے بتایا کہ

ٹرائے کا بادشاہ کسی صورت میں بھی اپنی فوج کے ساتھ قلعے سے باہر نکلنے پر آمادہ نہیں ہے پیرس نے کہا۔

پھر کیا کیا جائے؟ ہماری فتح اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ ہمارے قلعے پر حملہ کرنے کے لئے نکلے اور ہم عقب سے ہو کر اس کے خالی قلعے پر قبضہ کر لیں اور پھر راستے میں دونوں طرف سے حملہ کر کے اس کی فوج کو تتر بتر کر دیں۔

میرا منصوبہ بھی یہی تھا مگر بادشاہ راضی نہیں ہو رہا اس کے علاوہ وہ ہر بات میں اپنی بیٹی ہیلن سے مشورہ ضرور کرتا ہے ہیلن نے بھی اسے یہی مشورہ دیا ہے کہ اپنے قلعے کو ہرگز نہ چھوڑا جائے بلکہ قلعے میں بند ہو کر سپارٹا کی فوج کو مجبور کیا جائے کہ وہ محاصرہ کرے اور پھر قلعے کے اوپر سے اس پر سنگ باری اور تیروں کی بارش کر کے اسے ختم کر دیا جائے۔

پیرس نے غصے میں کہا۔

وہ بدبخت عورت اپنے ذلیل مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔

اچانک وزیر کے مکار ذہن نے ایک ترکیب سوچی اور چمکیلی آنکھوں کے ساتھ کہا۔

کیوں نہ ہم کسی طرح سے شہزادی ہیلن کو اغوا کر کے اپنے قلعے میں لے آئیں پھر بادشاہ مجبور ہو جائے گا ہمارے شہر پر حملہ کرے۔

سپارٹا کے بادشاہ نے یہ تجویز سنی تو وزیر کی دانش مندی اور مکاری پر دنگ رہ گیا۔

تم نے تو ہمارے ہاتھ میں ٹرائے شہر کی کنجی دے دی ہے۔

سفید عقاب

وزیر کی سازش بڑی خطرناک تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس نے واقعی سپارٹا کے بادشاہ کے ہاتھ میں ٹرائے شہر کی چابی دے دی تھی ہیلن شہزادی کا اغوا ایک ایسا خطرناک منصوبہ تھا کہ وہ ٹرائے کے ضدی بادشاہ کو اپنی ساری فوج سمیت قلعے سے باہر نکلنے پر مجبور کر سکتا تھا وزیر نے سپارٹا کے بادشاہ کے ساتھ منصوبے کی ساری تفصیل طے کر لی کہ ہیلن کو کس طرح اغوا کیا جائے گا اس غدار کے خطرناک کام سے فارغ ہو کر وزیر سوداگر کے بھیس میں واپس اپنے شہر ٹرائے آ گیا سفید عقاب کو اس بارے میں کچھ علم نہ تھا ادھر کارواں سرائے میں بیٹھا عنبر اس خبر کا انتظار کر رہا

تھا کہ بادشاہ سخت بیمار ہے اور کسی بھی حکیم کی دوائی سے اسے فائدہ نہیں ہو رہا۔

سفید عقاب کے کام دکھانے کا وقت آگیا تھا بادشاہ نے شروع ہی سے عقاب کے پنجرے کو اپنے خاص سونے کے کمرے میں رکھا تھا ایک رات جب کہ محل میں چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

بادشاہ گہری نیند سو رہا تھا سفید عقاب نے سانپ کا روپ دھارا اور چپکے سے پنجرے میں سے رینگ کر سنگ مرمر کے ستون پر سے ہوتا ہوا فرش پر آگیا فرش پر بیش قیمت ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔

سانپ رینگتا ہوا بادشاہ کی مسہری کی طرف آگیا پاؤں کی جانب آکر اس نے پھن پھیلا کر گردن اونچی کرنی شروع کر دی اس نے دیکھا بادشاہ سو رہا تھا اس کا ایک پاؤں ریشمی چادر سے باہر جھانک رہا تھا سانپ کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا اس نے گردن جھکا کر اپنا پھیلا

ہوا پھن آگے کیا اور بادشاہ کے پیر پر تھوڑا سا ڈس دیا سانپ نے اپنا پورا زہر بادشاہ کے بدن میں داخل نہ کیا۔

بادشاہ کو سوتے میں یوں لگا جیسے کسی مچھر نے پاؤں پر کاٹ لیا ہو اس نے نیند میں ہی ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں کو کھجایا اور پہلو بدل کر سو گیا لیکن تھوڑی دیر بعد مارے گھبراہٹ کے اٹھ کر بیٹھ گیا اس کا حلق خشک ہو رہا تھا اس نے پانی پیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن دیکھتے دیکھتے سارا بدن تیز بخار میں پھنکنے لگا فوراً اس نے آواز دی اور سارے غلام، خدام، کنیزیں، اور بیگمیں جمع ہو گئیں شہزادی ہیلن بھی اپنے باپ کے سرہانے آ کر بیٹھ گئی اور اس کا سر دبانے لگی۔

سارا دن شاہی محل کے حکیم بادشاہ کا علاج کرتے رہے مگر نہ تو بخار کا زور کم ہوا اور نہ ہی بادشاہ کی گھبراہٹ اور پیاس کی شدت میں کمی آئی وقت کے ساتھ ساتھ بادشاہ کی بیماری زور پکڑتی چلی گئی۔

سارے شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ بادشاہ دیوتاؤں کی پراسرار بیماری میں مبتلا ہوگیا ہے جس کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے بادشاہ نے خیرات دینی شروع کردی اپالو کے مندر میں بکروں اور مینڈھوں کی قربانی بھی دی گئی مگر بیماری کم نہ ہوئی کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بادشاہ کو بیماری کیا ہے وہ روز بروز کمزور ہورہا تھا اور ہر وقت تیز بخار چڑھا رہتا تھا۔

جب یہ اطلاع عنبر تک پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اس کے دوست ناگ پھنی نے اپنا کام دکھا دیا تھا اور عنبر کے لئے دربار تک جانے کا راستہ ہموار کردیا تھا اس نے صبح کو اٹھ کر نئے کپڑے پہنے اور شاہی محل کی طرف روانہ ہوگیا محل کے دروازے پر اسے روک دیا گیا اس نے بتایا کہ وہ تبت کا مشہور سنیاسی حکیم ہے اور بادشاہ کا علاج کرنے آیا ہے۔

اپنے بادشاہ کی بیماری سے شاہی محل کے سبھی لوگ بہت پریشان تھے۔

اور دل سے چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح اچھا ہو جائے کیونکہ اس کی بیماری سے سب لوگوں کی زندگی الٹ پلٹ ہو کر رہ گئی تھی پہریداروں نے عنبر کو چوکی پر ہی بٹھایا اور اندر بادشاہ کی بیٹی ہیلن کو خبر کر دی ہیلن کو جب معلوم ہوا کہ کوئی تبت کا سنیاسی اس کے بیمار باپ کا علاج کرنا چاہتا ہے تو اس نے عنبر کو اپنے کمرے میں بلا لیا۔ عنبر نے ہیلن کے کمرے میں آ کر پہلی بار شہزادی کو دیکھا۔

شہزادی نے پوچھا۔

اے نوجوان تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

عنبر نے کہا۔

شہزادی صاحبہ، میں ملک مصر میں پیدا ہوا چھوٹا سا تھا کہ باپ وفات پا گیا چچا کے ساتھ ملک تبت چلا گیا میرا چچا حکیم تھا اور جڑی بوٹیوں سے بیماریوں کا علاج کرتا تھا میں نے بھی بڑے ہو کر یہی کام شروع

کردیا کچھ روز ہوئے اس شہر میں سیر کی غرض سے آیا ہوں خیال تھا

کہ یہاں کے میدانوں میں جڑی بوٹیوں کی تلاش بھی کروں گا۔

کارواں سرائے میں بادشاہ سلامت کی انوکھی بیماری کا حال سنا تو دل

میں افسوس ہوا اور خیال آیا کہ کیوں نہ میں بھی علاج کر کے دیکھ لوں۔

شہزادی ہیلن نے پوچھا۔

کیا تم میرے والد پر اپنی دوائی آزمانا چاہتے ہو۔ تمہارے پاس اس

بیماری کا کوئی آخری علاج بھی ہے؟

عنبر نے محسوس کیا کہ شہزادی واقعی بڑی عقل مند اور ذہین عورت ہے۔

اب اس کے لئے لازم ہو گیا ہے کہ بات صاف صاف بیان کر دے

چنانچہ اس نے کہا۔

شہزادی صاحبہ! میرے پاس بادشاہ سلامت کی بیماری کا علاج موجود

ہے

شہزادی ہیلن نے ذرا تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا کیونکہ وہ اسے کم عمر نظر آ رہا تھا اس نے آج تک حکیم بوڑھے بوڑھے لوگ دیکھے تھے اس کے سامنے یہ ایک پہلا حکیم کھڑا تھا جو نوجوان تھا اس نے کہا۔

تمہارا نام کیا ہے؟

عنبر آخانون۔

کیا تمہارا تعلق مصر کے کسی پرانے خاندان سے ہے؟

عنبر چونک پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ آخانون کے لفظ سے شہزادی کو شک ہوا ہے کیونکہ یہ نام اس کے نگڑ دادا کے بھی نگڑ دادا فرعون کا نام تھا عنبر اس راز کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا جانے کیوں اس کے منہ سے یہ نام نکل گیا تھا اس نے جلدی سے کہا۔

نہیں نہیں ایسا تو نہیں ہے میرا خاندان تو غریب مزدور لوگوں کا خاندان ہے۔

شہزادی ہیلن عنبر کو تیز نظروں سے دیکھ رہی تھی عنبر کے چہرے پر اور اس کی باتوں سے اسے کسی شاہی خاندان کے خون کی بو آرہی تھی لیکن اس نے یہ خیال اپنے دل میں ہی رہنے دیا اور اس سے پوچھا۔

تم کس دوا سے میرے بابا کا علاج کرو گے۔

وہ ایک نئے حکیم کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کر لینا چاہتی تھی کیونکہ یہ بادشاہ کی زندگی اور موت کا معاملہ تھا عنبر نے کہا۔

میں آپ کو کیسے بتا سکتا ہوں؟

کیوں نہیں بتا سکتے؟ ایسی کون سی وہ انوکھی دوا ہے جس کا کوئی نام ہی نہیں یا جس کے بارے میں تم زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے عنبر نے کہا۔

اے شہزادی اس دوائی کا کوئی ایک نام نہیں ہے وہ میں نے کئی ایک جڑی بوٹیوں کو ملا کر پیس کر جوش دے کر اس کا عرق نکال کر تیار کی

ہے۔

کیا تم مجھے وہ دوائی دکھا سکتے ہو؟

ضرور دکھا سکتا ہوں۔

اور عنبر نے تھیلے میں سے سبز رنگ کی ایک بوتل نکال کر ہیلن کو پکڑا دی
جس میں سرخ رنگ کا عرق تھا شہزادی بڑے غور سے عرق کو دیکھتی
رہی پھر اس نے ڈھکن اٹھا کر عرق کو سونگھا۔

اس میں سے تو کستوری کی مہک آ رہی ہے؟

ہاں شہزادی صاحبہ، اس عرق میں ہم تھوڑی مقدار میں کستوری بھی
ڈال کر ملاتے ہیں۔

ٹھیک ہے تم میرے ساتھ بادشاہ سلامت کے کمرے میں آؤ۔

شہزادی ہیلن عنبر کو لے کر بادشاہ ٹرائے کی خواب گاہ میں آ گئی بادشاہ
نیم بے ہوشی کے عالم میں لمبے لمبے سانس لے رہا تھا تیز بخار میں اس

کا بدن تپ رہا تھا بیگمات اور کنیزیں ہاتھ باندھے اداس کھڑی تھیں
انہوں نے ہیلن کو اندر آتے دیکھا تو ادب سے ایک طرف ہٹ کر
کھڑی ہو گئیں عنبر نے بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی جس
چیز کو سب سے پہلے دیکھا وہ سفید عقاب تھا جو سنہری پنجرے میں
ستون کے ساتھ لٹک رہا تھا عنبر کو اس میں اپنے دوست کی بو آئی سفید
عقاب بھی عنبر کو دیکھ کر اپنے پنجرے میں سیٹی بجانے لگا اس بات کو
شہزادی ہیلن نے بھی محسوس کیا کہ اس سے پہلے عقاب نے کبھی اس
طرح چہک کر سیٹی نہیں بجائی تھی۔

عنبر سمجھ گیا کہ اس کا دوست ناگ پھنی عقاب کے روپ میں اس
کمرے میں موجود ہے وہ بادشاہ کے پاس بیٹھ کر اس کی نبض دیکھنے لگا
بادشاہ کی نبض تیز تیز چل رہی تھی عنبر نے سونے کا کٹورا منگوا کر اسے
بارہ مرتبہ پاک پانی میں صاف کرایا اور پھر اس میں بوتل میں سے

سرخ عرق کے چند قطرے نکال کر پکائے اس میں پھر دو گھونٹ بھر پانی ملایا اور شہزادی سے کہا۔

بادشاہ سلامت کی بڑی خوش بختی ہے کہ اس کمرے میں تبت کا خاص سفید عقاب موجود ہے میری دوائی کا ایک خاص جزو یہ سفید عقاب بھی تھا اگر یہ عقاب نہ ہوتا تو بادشاہ سلامت کی بیماری ایک ہفتے میں دور ہوتی لیکن چونکہ خوش قسمتی سے عقاب یہاں موجود ہے اس لئے اب بادشاہ سلامت ابھی دوائی حلق کے اندر جاتے ہی اچھے ہو جائیں گے۔

شہزادی نے پوچھا۔

سفید عقاب اس میں کیا کرے گا؟

عنبر نے کہا۔

آپ دیکھتی رہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔؟

یہ کہہ کر عنبر نے دوائی کا کٹورا ہاتھوں میں اٹھایا اور سفید عقاب کے پنجرے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اس نے عقاب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اسے یقین ہو گیا کہ.........عقاب اپنی آنکھیں بالکل نہیں جھپک رہا تھا وہ عنبر کو دیکھ کر پنجرے میں خوشی سے ادھر اُدھر پھرنے لگا عنبر کو یقین ہو گیا کہ عقاب اصل میں اس کا دوست ناگ پھنی ہی ہے اب اس نے دوائی کا پیالہ اس کے پنجرے کے ساتھ لگا دیا خواب گاہ میں سب لوگ حیرانی سے تک رہے تھے کہ یہ شخص کیا جادو کرنے والا ہے۔

دوائی کے کٹورے کا پنجرے کے ساتھ لگنا تھا کہ عقاب نے جالیوں میں سے اپنی چونچ باہر نکال کر کٹورے کی دوائی میں ڈبو دی اور پھر اوپر اٹھا لی عنبر نے شہزادی ہیلن کی طرف دیکھا اور کہا۔

بس سفید عقاب سے یہی کام لینا تھا اب سمجھ لیجئے کہ بادشاہ سلامت کی

بیماری دور ہو گئی۔

عنبر نے بادشاہ کے حلق میں دوائی ٹپکانی شروع کر دی دوائی ٹپکانے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بادشاہ نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی بیٹی شہزادی ہیلن کی طرف دیکھا شہزادی ہیلن نے باپ کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

طبیعت کیسی ہے ابا جان۔؟

بادشاہ کے چہرے پر اتنے دنوں بعد پہلی بار مسکراہٹ آئی اس نے کہا۔

اب ٹھیک ہوں۔

اور پھر بڑے سکون سے آنکھیں بند کر لیں دوسرے روز بادشاہ کا بخار ختم ہو چکا تھا اور وہ بستر پر ٹیک لگائے بیٹھا مسکرا رہا تھا اس نے عنبر کا شکریہ ادا کیا کہ دوا نے اسے آرام پہنچایا اور انوکھی بیماری دور کر دی

شہزادی ہیلن نے کہا۔

بابا جان! یہ نوجوان حکیم تبت میں رہا ہے مگر اس کی پیدائش مصر میں ہوئی تھی اس کی دوائی میں آپ کے سفید عقاب کا بھی ہاتھ ہے اس نے اس دوا میں اپنی چونچ ڈبوئی تھی۔

کیا سچ مچ ایسا ہوا تھا؟ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

بادشاہ سلامت! اس دوائی کے لیے سفید عقاب کی چونچ کا ڈبویا جانا بہت ضروری تھا۔

پھر تو ہم اپنے پیارے سفید عقاب کے بھی شکر گزار ہیں۔

عنبر نے دل میں سوچا کہ اس غریب بادشاہ کو کیا خبر کہ سفید عقاب کی وجہ سے تو وہ بیمار ہوا تھا سفید عقاب بھی پنجرے میں بڑا خوش تھا اور بار بار سیٹی بجا رہا تھا شہزادی ہیلن نے کہا۔

عقاب بھی بہت خوش ہے۔

عنبر نے کہا۔

وہ بادشاہ سلامت کی صحت پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

ہیلن نے کہا۔

لیکن وہ تو اس وقت سے سیٹی بجا رہا ہے جب سے تم اس کمرے میں داخل ہوئے ہو۔

عنبر ٹھٹھک سا گیا ہیلن بڑی ذہین شہزادی تھی وہ کس خاص بات کو سمجھنے کی بار بار کوشش کر رہی تھی وہ بار بار اسی ایک بات کو کرید رہی تھی لیکن وہ اپنی ذہانت اور عقل مندی کے باوجود عنبر کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی اس لئے کہ عنبر نے صرف دنیا ہی نہیں دیکھی تھی بلکہ تاریخ کے کئی دور دیکھے تھے ہیلن کا ابھی اس دنیا میں کہیں وجود بھی نہیں تھا جب وہ نمرود کی چھوٹی خدائی بینی بال کے ظلم و ستم اور مصر کے سنگ دل فرعونوں کی

سازشوں کا مقابلہ کر رہا تھا ٹرائے کے شہر کی شہزادی ہیلن اسے شکست نہیں دے سکتی تھی وہ اسے نہیں پہچان سکتی تھی۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

پرندے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔

ایک ہفتے کے اندر اندر بادشاہ بھلا چنگا ہو گیا عنبر کو بادشاہ نے اپنا خاص طبی مشیر مقرر کر لیا اب بادشاہ کی تندرستی کی دیکھ بھال عنبر کے سپرد تھی اس دوران میں عنبر نے سرائے میں اپنی کوٹھڑی نہ چھوڑی سرائے کی نیک دل مالکہ کے سلوک سے بہت خوش ہوا تھا اس نے مالکہ کو بہت سی اشرفیاں لا کر دیں اور اسے بتایا کہ اس کو کاروبار میں بڑا فائدہ ہوا ہے بادشاہ سلامت نے عنبر کو مجبور کیا کہ وہ سرائے سے اٹھ کر شاہی محل کی کونے والی بارہ دری میں آ جائے عنبر نے دو روز بعد آنے کا وعدہ کر لیا۔

اس دوران میں سفید عقاب سے عنبر کی کوئی بات چیت نہ ہوئی تھی شاید اس لیئے بھی کہ عنبر رات کو شاہی محل کی بجائے سرائے میں آجاتا تھا۔ وگرنہ ہو سکتا تھا کہ عقاب آدھی رات کو پنجرے میں سے نکل کر سانپ کے روپ میں اس سے ملاقات کرنے آتا عنبر نے سرائے کی مالکہ کو آ کر بتایا کہ کل وہ وہاں سے جا رہا ہے نیک دل مالکہ نے کہا۔

کیا تمہیں اس سے کوئی اچھی جگہ مل گئی ہے۔؟

عنبر نے کہا۔

نہیں بلکہ میں اس شہر سے باہر جا رہا ہوں پھر جب بھی آیا تو تمہاری سرائے میں ہی آکر اتروں گا۔

سرائے کی مالکہ نے کہا۔

یہ سرائے تمہاری ہے اسے ہمیشہ اپنا گھر ہی سمجھنا مجھے تم اپنے بچوں کی طرح عزیز تھے تم مجھے بہت یاد آؤ گے۔

سرائے میں عنبر کا وہ آخری دن تھا کہ شام کے وقت ایک اجنبی سوداگر سرائے میں اترا وہ ایک اونچا لمبا اور چوڑا بدن کا آدمی تھا اور اس نے سر پر عربوں کی طرح کپڑا لپیٹ رکھا تھا اس کے چہرے کی خاص چیز ایک زخم کا نشان تھا جو اس کی گال پر آنکھوں سے لے کر تھوڑی تک چلا گیا تھا شاید اسے کسی لڑائی میں تلوار لگی تھی اجنبی سوداگر نے اپنا نام یورنیس بتایا اور ظاہر کیا کہ وہ گھوڑوں کی تجارت کے سلسلے میں سرائے میں آیا ہے وہ عنبر کے پاس بیٹھ کر اس سے گھوڑوں وغیرہ کی باتیں کرنے لگا عنبر نے محسوس کیا کہ اسے گھوڑوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ آدھی رات کو عنبر کی اچانک آنکھ کھل گئی اس نے گلی میں گھوڑے کے دوڑنے کی آواز سنی وہ اٹھ کر نیچے آیا تو سرائے کی مالکہ بھی وہیں کھڑی تھی اس نے عنبر کو بتایا کہ یورنیس نام کا سوداگر گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔

ہیلن کا اغوا

یورنیس کو سپارٹا کے بادشاہ نے ہیلن آف ٹرائے کو اغوا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

آدھی رات کو وہ سوداگر کے بھیس میں سرائے سے نکلا اور شہر سے باہر پہاڑی کے پاس ان کھنڈروں میں پہنچا جہاں اس کے چاروں ساتھی چھپے ہوئے تھے یورنیس نے انہیں ہر طرح سے تیار رہنے کے لیے کہا اور خود شاہی محل میں وزیر خاص نے اس کے ساتھ ساز باز کر رکھی تھی۔

ہیلن کو اغوا کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی مگر وزیر نے بھی بڑی

زبردست تیاری کر رکھی تھی وہ شاہی محل کے چور دروازے سے نکل کر فصیل کے نیچے یورنیس کا انتظار کر رہا تھا رات آدھی گزر چکی تھی اور آسمان پر ستارے ایک دوسرے سے آنکھ مچولی کر رہے تھے اچانک اسے دور سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

وزیر نے چوکنا ہو کر ادھر اُدھر دیکھا ایک گھوڑ سوار ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا وہ قریب آ کر وزیر کے پاس گھوڑے سے اتر گیا دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا یورنیس نے گھوڑے کو فصیل کے باہر ہی ایک پرانے درخت کے ساتھ باندھ دیا اور وزیر کے ساتھ چور دروازے سے شاہی محل میں داخل ہو گیا وزیر اسے مختلف اندھیری غلام گردشوں اور تاریک برآمدوں میں سے گزارتا ہوا اپنے خاص کمرے میں لے گیا اس نے تمام دروازے بند کر دیے اور چھوٹی سی شمع روشن کر دی یورنیس نے وزیر سے پوچھا کہ

کیا سارے معاملات ٹھیک ہیں؟ وزیر نے اسے بتایا کہ شہزادی ہیلن کو بڑی احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ اغوا کرنا ہوگا یورنیس نے کہا کہ اس کے چاروں سپاہی اور ساتھی تھوڑی دور پہاڑی کے دامن میں تیار بیٹھے ہیں وزیر نے یورنیس کو بتایا کہ وہ اسے شہزادی ہیلن کے خاص کمرے یعنی خواب گاہ میں لے جائے گا جہاں اس نے ایک خفیہ دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے اس دروازے سے اندر داخل ہو کر یورنیس شہزادی کے پلنگ کے بالکل پاس پہنچ جائے گا۔ یہاں اس کا کام صرف اتنا ہوگا کہ شہزادی کے منہ پر بے ہوش کرنے والے عرق میں بھگویا ہوا رومال رکھ دے پھر جب شہزادی بے ہوش ہو جائے گی تو وہ دونوں مل کر اسے خواب گاہ سے اٹھا کر محل کے چور دروازے سے باہر لے جائیں گے جہاں سے یورنیس شہزادی کو اپنے گھوڑے پر لٹا کر اپنے چھپے ہوئے ساتھیوں کے پاس پہنچ جائے گا۔

یورنیس نے وزیر سے بے ہوشی کی دوائی میں بھیگا ہو رومال لے کر اپنے پاس رکھ لیا وزیر نے اسے ساتھ لیا اور شہزادی کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا مختلف برآمدوں اور اندھیرے راستوں میں سے ہوتا ہوا وزیر ایک پر اسرار سے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اس نے سر گوشی میں یورنیس سے کہا۔

یہ وہ دروازہ ہے جس کے دوسری جانب شہزادی سو رہی ہے۔

یورنیس نے پوچھا۔

کیا دروازہ کھلا ہے؟

ہاں میں نے اسے کھلا رکھا ہوا ہے۔

وزیر ایک طرف ہٹ کر اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا یورنیس نے چہرے کو سیاہ چادر میں اچھی طرح چھپایا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اندر داخل ہو کر اس نے دیکھا کہ شہزادی

ہیلن ایک عالی شان پلنگ پر بڑے سکون کے ساتھ سو رہی تھی اس

کے سرہانے ایک شمع جل رہی تھی جس کی ہلکی ہلکی روشنی سارے

کمرے میں پھیلی ہوئی تھی وہ شہزادی کے سرہانے کی طرف کھڑا تھا یہ

موقع وقت ضائع کرنے کا نہیں تھا ایک ایک پل بڑا قیمتی تھا ہو سکتا تھا

کہ شہزادی کی آنکھ کھل جائے ایسی صورت میں وہ پکڑا جاتا اور صبح

ہونے سے پہلے پہلے اس کا سر قلم کر دیا جاتا یورنیس نے بڑی احتیاط

کے ساتھ اپنی جیب سے بے ہوشی کی دوا میں بھیگا ہوا رومال نکالا اور

ایک پل ضائع کیے بغیر شہزادی ہیلن کی ناک پر رکھ کر اوپر سے ہاتھ کا

دباؤ بڑھا دیا بے ہوشی کی دوائی بے حد تیز تھی شہزادی نے ایک جھٹکا

سا کھایا اور بے ہوش ہو گئی۔

یورنیس نے فوراً اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور خواب گاہ سے باہر

اندھیری راہ داری میں آ گیا جہاں وزیر سائے میں چھپا ہوا اس کا

انتظار کر رہا تھا وہ یورنیس کو لے کر شاہی محل کے چور دروازے پر آ گیا جہاں گھوڑا بندھا ہوا تھا یورنیس نے شہزادی کو گھوڑے پر ڈالا پھر خود اس پر سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر پہاڑی کی طرف چل دیا جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو غدار وزیر سے واپس محل میں آ کر اپنی خواب گاہ میں لیٹ گیا اس نے ایک ایسا کارنامہ بڑے آرام کے ساتھ کر دیا تھا۔

صبح سارے محل میں شور مچ گیا کہ شہزادی ہیلن غائب ہے سارے محل اور شہر ٹرائے کا چپہ چپہ چھان مارا مگر شہزادی کا کہیں نشان تک نہ ملا بادشاہ اپنی بیٹی کی جدائی میں گم سم ہو کر رہ گیا وزیر خاص بڑی مکاری کے ساتھ بادشاہ کو تسلیاں دیتا رہا کہ شاید شہزادی سیر کے لئے باہر گئی ہو گی مگر اسے نہ آنا تھا اور نہ آئی وہ تو اس وقت سپارٹا شہر کے مضبوط قلعے میں بادشاہ کی قید میں پڑی ایک بستر پر لیٹی تھی اور ایک نوکرانی

دودھ کا پیالہ لئے اس کے سرہانے کھڑی تھی اس نے اٹھ کر پوچھا۔
میں کہاں ہوں۔ یہاں مجھے کون لایا؟
اتنے میں سپارٹا کا بادشاہ اندر داخل ہوا اور اس نے صاف لفظوں میں
ہیلن کو بتا دیا کہ اس نے اسے محض اس لئے اغوا کیا ہے کہ اس کا باپ
اس کا بدلہ لینے کے لئے اپنے شہر سے باہر نکل کر اس کے شہر پر حملہ
کرے اور وہ اپنی فوج کے ساتھ اس کے خالی شہر پر قبضہ جما لے۔
شہزادی نے کہا کہ اس کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوگا بادشاہ کہا کہ اس
کا باپ اپنی بیٹی کا انتقام لینے اور اسے واپس حاصل کرنے کے لئے
سپارٹا پر ضرور حملہ کرے گا اور ہم یہی چاہتے ہیں۔
بادشاہ تو باہر نکل گیا اور شہزادی ہیلن گہری سوچ میں ڈوب گئی کیونکہ
اسے معلوم تھا کہ باپ اس سے بڑی محبت کرتا تھا اور اس کا بدلہ لینے
کے لئے وہ ضرور سپارٹا پر حملہ کردے گا ایسی صورت میں سپارٹا والوں

کو موقع مل جائے گا کہ وہ بیک وقت ٹرائے کے خالی شہر پر قبضہ کر لیں اور کھلے میدان میں پڑی ہوئی فوج کو چاروں طرف سے گھیر کر شکست بھی دے دیں وہ دیر تک وہاں سے فرار ہونے کے بارے میں سوچتی رہی مگر وہ اکیلی اتنے بڑے قلعے میں سے کیسے فرار ہو سکتی تھی اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ عورت چاہے کتنی عقلمند ہو وہ کمزور بھی ہوتی ہے۔

عنبر نے جس رات یورنیس نام کے سوداگر کو سرائے میں سے پر اسرار طریقے سے بھاگتے دیکھا وہ اس کی سرائے میں آخری رات تھی اسے اگر معلوم ہوتا کہ وہ سوداگر شہزادی ہیلن کو اغوا کرنے جا رہا ہے تو اس کا ہر حالت میں پیچھا کرتا لیکن وہ تو بے خبر تھا صبح وہ سرائے کی مالکہ سے رخصت ہو کر شاہی محل میں آیا تو وہاں شہزادی ہیلن کے گم ہونے کا سوگ پڑا ہوا تھا بادشاہ کو پریشان دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گیا..........

ایک ہفتہ اسی پریشانی میں گزر گیا بادشاہ بے حد طیش اور غصے کے عالم

میں تھا اب وزیر نے سوچا کہ لوہا گرم ہے چوٹ لگا دینی چاہیے اس
نے ایک روز سپارٹا والوں کو پیغام بھجوایا کہ اپنا جاسوس بھجوا دیا جائے۔
چنانچہ اگلے روز بادشاہ یعنی ہیلن کے باپ کو سپارٹا کے بادشاہ کی
طرف سے پیغام ملا کہ اس کی بیٹی شہزادی ہیلن اس کی قید میں ہے اگر
وہ اپنی بیٹی کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو شکست تسلیم کر کے ٹرائے شہر سپارٹا
والوں کے حوالے کر دیا جائے یہ پیغام سننا تھا کہ شہزادی کے باپ کا
پارہ چڑھ گیا غصے کے مارے وہ دیواروں پر تلواریں مارنے لگا۔
اس کی یہ جرات کہ میری بیٹی کو میرے قلعے کے اندر سے اغوا کر کے
لے جائے میں اس کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا میں اس
کے قلعے کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دوں گا۔
بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ جو لوگ رات کو شاہی محل کے اندر پہرہ دے
رہے تھے ان کو حاضر کیا جائے سارے سپاہی تھر تھر کانپتے وہاں آن

حاضر ہوئے انہوں نے گڑگڑا کر عرض کی کہ وہ تو اپنے پہرے پر موجود تھے ان کے ہوتے ہوئے کوئی شخص بھی محل کے اندر داخل نہیں ہوا اور نہ ہی داخل ہونے کی جرات کر سکتا ہے عنبر نے بھی بادشاہ کو سمجھایا کہ یہ کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے جو ضرور پکڑی جائے گی لہٰذا پہریداروں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بادشاہ نے سپاہیوں کو آزاد کر دیا اور پھر عنبر کو لے کر اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔

تمہارا کیا خیال ہے میری بیٹی کو کس نے اغوا کیا ہے؟

عنبر کو یونیس سوداگر کا خیال آ گیا جو آدھی رات کو سرائے سے نکل کر بھاگا تھا اس نے کہا۔

بادشاہ سلامت محل کا کوئی شخص آپ کے خلاف ہے اس نے اغوا کرنے والے کی مدد کی ہے اور شاہی محل کے چور دروازے سے اسے اندر داخل کیا ہے اور شہزادی کو بے ہوش کر کے اٹھایا گیا ہے کیونکہ

شہزادی کے بستر پر اس دوائی کی بو تھی۔

بادشاہ نے غصے میں کہا۔

وہ کون ہو سکتا ہے جس نے شاہی محل میں میرے دشمن کو آنے دیا؟ میں

ابھی اس کی کھال کھنچوا دینا چاہتا ہوں۔

عنبر نے کہا۔

اس کے بارے میں وقت آنے پر معلوم ہو جائے گا لیکن ابھی تو ہمیں

یہ سوچنا ہے کہ شہزادی صاحبہ کو دشمن کے چنگل سے کیسے رہا کرایا

جائے؟

بادشاہ بولا۔

ظاہر ہے مجھے جنگ کرنی ہو گئی میں آج ہی سپارٹا کے خلاف اعلان

جنگ کرتا ہوں کل میرا لشکر سپارٹا کی طرف کوچ کر رہا ہو گا

عنبر نے بادشاہ سے کہا۔

آپ کو جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے بہتر ہے کہ آپ دوبارہ اپنے فیصلے پر غور کر لیں کیوں کہ ایک بار لشکر دشمن کی طرف چل پڑا تو پھر اس کا رکنا بہت مشکل ہے۔

بادشاہ نے بھڑک کر کہا۔

تو تم کیا سمجھتے ہو؟ ہم لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دے کر پیچھے ہٹا لیا کرتے ہیں فوج کا ہر جوان دلیر ہے لڑاکا ہے اور کئی کئی جنگیں لڑ چکا ہے میں سپارٹا والوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔

عنبر کہنے لگا۔

لیکن بادشاہ ہمیں سپارٹا کا محاصرہ کرنا ہوگا۔ سپارٹا کی فوج شاید باہر آ کر ہمارے سپاہیوں سے نہ لڑے کیوں کہ سنا ہے کہ ان کے پاس کھانے پینے کا اتنا ذخیرہ ہے کہ وہ کئی سال تک قلعے کے اندر بند پڑے رہ سکتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا۔

میں انہیں قلعے سے باہر نکلنے پر مجبور کردوں گا۔

اسی روز سپارٹا کے خلاف اعلان جنگ کردیا گیا اور دوسرے روز ٹرائے کا بے پناہ لشکر سپارٹا کے قلعے کی طرف آگے بڑھ رہا تھا عنبر کو اس دوران میں موقع ہی نہ ملا کہ وہ سفید عقاب سے کوئی بات کرسکتا ناگ پھنی بھی عقاب کا روپ بدل کر بڑے آرام سے پنجرے میں بیٹھا مرغابیوں اور کبوتروں کا گوشت کھا رہا تھا اس نے بھی عنبر سے ملنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی اور کچھ نہیں تو وہ ناگ پھنی سے مل کر کچھ مشورہ ہی کرسکتا تھا مگر اب تو کسی سے بھی مشورہ لینا فضول تھا۔ کیونکہ ٹرائے کی فوجیں سپارٹا کے قلعے کے باہر جاکر خیمے لگا کر بیٹھ گئی تھیں۔

سپارٹا کے بادشاہ نے جب ٹرائے کی فوج کو باہر میدان میں جمع ہوتے

دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اس کی سکیم کامیاب ہوگئی تھی اس نے اسی وقت اپنی فوج کے ایک زبردست لشکر کو حکم دیا کہ خفیہ سرنگ میں سے نکل کر ٹڑائے کے خالی شہر پر جا کر قبضہ کر لیا جائے دس بارہ ہزار فوج کا لشکر قلعے کی خفیہ سرنگ میں سے نکل کر جنگلوں اور پہاڑیوں میں سے ہوتا ہوا ٹرائے کے شہر کی طرف روانہ ہو گیا ان کا خیال تھا کہ ٹرائے شہر بالکل ہی خالی ہو گا۔ مگر ایسا نہیں تھا وہاں بادشاہ نے عنبر کے مشورے سے فوج کی ایک اچھی خاصی تعداد چھوڑ رکھی تھی حالاں کہ غدار وزیر نے خالی شہر میں فوج رکھنے کی سخت مخالفت کی تھی لیکن عنبر نے بادشاہ کو سمجھا دیا تھا کہ اگر وہ اپنے شہر کو بچا کر رکھنا چاہتا ہے تو اسے خالی ہرگز ہرگز نہ رکھے چنانچہ عنبر کے کہنے کے مطابق کچھ فوج بند قلعے کے اندر تھی۔

اور کچھ قلعے کے باہر پہاڑیوں میں چھپا دی گئی تھی تا کہ حملہ آور دشمن کو

راستے میں ہی ختم کر دیا جائے۔

اور یہی ہوا سپارٹا والوں کا لشکر جب ٹرائے کے بند قلعے کے باہر پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ قلعے کا بڑا دروازہ بند ہے۔ اور اوپر ہزاروں کی تعداد میں لشکر تیر کمان اور نیزے لیے مقابلے کے لئے تیار کھڑے ہے وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ حملہ کریں یا واپس چلے جائیں کہ پہاڑیوں میں چھپی ہوئی ٹرائے کی فوجوں نے دشمن پر زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی بارش شروع کر دی فوج اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھی ہر طرف افراتفری مچ گئی تیر چلانے والے کہیں بھی نظر نہیں آ رہے تھے مگر تیروں کی بارش برابر ان کے اوپر ہو رہی تھی۔ دوسری جانب قلعے کے اوپر سے بھی دشمن پر نیزے برسنے لگے اب تو ہر طرف بھگدڑ مچ گئی گھوڑے زخمی ہو کر گرنے لگے اور اپنے ہی سپاہیوں کو روندنے لگے نتیجہ یہ نکلا کہ سپارٹا والوں کا لشکر ٹرائے کے شہر

میں قبضہ کرنے آیا تھا بری طرح شکست کھا کر واپس بھاگ اٹھا۔
ہزاروں سپاہی اور گھوڑے مارے گئے ٹرائے کی فوج نے بھاگتے لشکر
کا پیچھا کیا اور ہزاروں کو راستے میں ہی مار ڈالا۔
جب یہ فوج زخمی حالت میں گرتی پڑتی سرنگ کے راستے قلعے کے اندر
داخل ہوئی تو سپارٹا کے بادشاہ کو بے حد مایوسی ہوئی اس کا تو خیال تھا
کہ جاسوس اسے آکر خوش خبری سنا دیں گے کہ ٹرائے کے شہر پر قبضہ
ہو گیا ہے لیکن یہاں سپاہی ہار کر زخمی حالت میں آئے تھے اس نے
فوراً فیصلہ کر لیا کہ ٹرائے کی فوج کا مقابلہ قلعے سے باہر نکل کر نہیں کیا
جائے گا۔ ورنہ وہ ٹرائے شہر کی فتح کی خوشخبری سننے کے بعد قلعے سے
باہر آکر دشمن سے مقابلہ کرنے والا تھا۔
یہ خبر ٹرائے کے لشکر میں غدار وزیر کو بھی مل گئی اسے بھی بڑی مایوسی ہوئی
اسے عنبر پر سخت غصہ آیا کیوں کہ اسی کے مشورے سے بادشاہ نے

ٹرائے کے خالی شہر میں فوج جمع رکھی تھی اس نے سوچا کہ موقع ملتے ہی وہ عنبر کو ضرور قتل کر دے گا کیوں کہ بادشاہ پر اس کا اثر و رسوخ بڑھتا جا رہا تھا سفید عقاب کو اپنی خوش بختی کی نشانی سمجھ کر بادشاہ اپنے ساتھ ہی لایا تھا عنبر نے ایک بار تنہائی میں سفید عقاب سے کہا۔

بھائی اب تو اپنی اصلی صورت میں آجاؤ آخر کب تک ہمیں انتظار کرواؤ گے۔؟

عقاب نے زور سے سیٹی بجائی عنبر نے پلٹ کر دیکھا وزیر اس کی طرف بڑھ رہا تھا شاید اس کی آستین میں خنجر تھا لیکن عنبر کو پیچھے مڑتے دیکھ کر وہ ہنس پڑا اور بولا۔

عقاب سے باتیں ہو رہی ہیں کیا؟

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

میں نے سنا ہے کہ عقاب بھی بولنا سیکھ لیتے ہیں۔

وزیر مسکراتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا اب خیمے میں عنبر اور عقاب بالکل تنہا تھے اچانک عقاب نے زور سے پھنکار ماری اور وہ ایک انسان کے روپ میں عنبر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ ناگ پھنی نے عنبر کو بتایا۔

یہی وہ وزیر ہے جس کی سازش سے شہزادی ہیلن اغوا ہوئی اور اس وقت بھی وہ تم کو قتل کرنے اندر آیا تھا کیونکہ وہ تمہیں اس لئے اپنا دشمن سمجھتا ہے کہ بادشاہ تمہارے مشورے پر چلتا ہے۔

وزیر کے بارے میں سن کر عنبر حیران رہ گیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وزیر خاص ٹرائے کا غدار ہے۔

ناگ پھنی بولا۔

بے حد خطرناک غدار وہ شہزادی ہیلن کے باپ کو برباد کر کے اس کے شہر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ سپارٹا کے بادشاہ نے اسے یقین دلایا ہے کہ وہ اسے فتح کی صورت میں ٹرائے کا گورنر لگا دے گا تمہیں اس

سے خبر دار رہنا ہو گا۔

عنبر نے کہا۔

مگر تم ابھی کتنی دیر سفید عقاب بنے رہو گے؟

ناگ پھنی نے کہا۔

جس وقت تمہیں میری ضرورت ہوئی میں فوراً اپنے انسانی روپ میں آ جاؤں گا ابھی مجھے عقاب بن کر عیش اڑانے دو۔

خیمے میں کسی کے داخل ہونے کی چاپ سنائی دی ناگ پھنی جلدی سے عقاب بن کر پنجرے کے اندر چلا گیا ایک غلام نے آ کر عنبر سے کہا کہ بادشاہ سلامت اسے یاد کر رہے ہیں عنبر اس کے ساتھ بادشاہ کے خیمے میں چلا گیا بادشاہ سلامت وزیر جنگ کے ساتھ بے چینی سے اپنے خیمے میں ٹہل رہا تھا اس نے عنبر سے کہا۔

میں قلعے کا گھراؤ کرتے کرتے تنگ آ گیا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آج

رات قلعے پر حملہ کر دیا جائے۔

عنبر نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ ابھی کچھ دیر انتظار کر لینا چاہیے مگر بادشاہ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا کیونکہ اس کے جاسوسوں نے اسے بتایا تھا کہ سپارٹا والوں کے پاس قلعے کے اندر خوراک اور پانی کا اتنا ذخیرہ ہے کہ وہ ایک سال تک قلعے کے اندر بند رہ کر بڑی آسانی سے گزارا کر سکتے ہیں۔

اس اعتبار سے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہ تھا کہ آگے بڑھ کر قلعے پر حملہ کر دیا جائے چنانچہ وزیر جنگ نے بھی اسی فیصلے کا ساتھ دیا سارا دن قلعے پر حملہ کرنے کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ لکڑی کی بڑی بڑی سیڑھیوں کو اگلی صفوں میں لا کر رکھ دیا گیا لوہے کی بڑی بڑی قد آدم ڈھالوں کی دیواریں بنائی گئی جو اس لئے تھیں کہ قلعے کی فصیل کے اوپر سے برسنے والے تیروں اور نیزوں کو روک سکیں پتھر پھینکنے والی

توپوں کو بھی آگے لا کر ایسی جگہوں پر نصب کر دیا گیا جہاں سے قلعے کی دیوار پر گولے پھینکے جا سکتے تھے حملے کی ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ اب صرف بادشاہ کے حکم کا انتظار تھا۔

سپارٹا پر حملہ

تیسرے پہر فوجوں نے سپارٹا پر حملہ کر دیا۔

قلعے پر سپارٹا کی فوج تیار کھڑی تھی وہ صبح سے حملے کی تیاریاں دیکھ رہے تھے۔ جونہی ٹرائے کی توپوں نے گولہ باری شروع کی انہوں نے بھی دشمن کی فوجوں پر تیر برسانے شروع کر دیے ٹرائے کی فوج کا ایک دستہ سیڑھیاں لئے قدِ آدم ڈھالوں کی اوٹ میں قلعے کی دیوار کی طرف بڑھنے لگا جب وہ فصیل کے نیچے پہنچا تو اوپر سے سپاہیوں نے

ان پر نیزوں کی بارش کر دی مگر ٹرائے کے سپاہی ایک جگہ دیوار پر سیڑھی لگا کر اوپر چڑھنے لگے جوں ہی وہ دیوار کے درمیان میں پہنچے اوپر سے ان پر کھولتا ہوا گرم تیل انڈیل دیا گیا سپاہی بے چارے جل بھن کر پکوڑا ہو کر نیچے گرنا شروع ہو گئے۔

ٹرائے کے بادشاہ کا خیال تھا کہ سپارٹا کی فوج قلعے کے باہر آ کر ان کا مقابلہ کرے گی لیکن ایسا نہ ہوا سپارٹا والے بڑے مزے سے قلعے کے اندر ہی رہے اور دیوار پر کھڑے ہو کر حملہ کرنے والوں پر تیر نیزے بھالے برساتے رہے اور گرم گرم تیل انڈیلتے رہے رات ہو گئی۔ حملہ روک دیا گیا رات بھر کے لیے لڑائی بند کر دی گئی جب نقصان کا اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ٹرائے کے سینکڑوں سپاہی مارے گئے ہیں جب کہ سپارٹا والوں کا بہت ہی کم نقصان ہوا ہے بادشاہ بڑا شپٹایا سپہ سالار اور عنبر کو بلا کر اس نے کہا۔

اس طرح تو میں ساری زندگی سپارٹا کے قلعے پر قبضہ نہیں کر سکتا کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے کہ قلعے کا دروازہ کھل جائے یا پھر دشمن باہر آ کر لڑائی کرنے پر مجبور ہو جائے۔

عنبر کے پاس ایسا طریقہ موجود تھا وہ دیوی بلطیس کی مدد لے کر سپارٹا کی فوج کو ان کے قلعے سمیت تباہ کر سکتا تھا لیکن وہ محض ایک بادشاہ کی ذاتی خوشی کے لئے ہزاروں سپاہیوں اور شہریوں کا قتل عام اپنے ذمے نہیں لینا چاہتا تھا اس نے کہا۔

اے بادشاہ سلامت! اس کے سوا اور کیا ترکیب ہو سکتی ہے کہ اپنے جاسوس قلعے کے اندر بھیج کر سازش کروائی جائے اور قلعے کے دروازے کو کھلوایا جائے۔

بادشاہ بولا۔

سوال تو یہی ہے کہ قلعے کے اندر جاسوس کیسے بھیجے جائیں اندر جانے

کا ایک ہی راستہ ہے جو بند ہے خفیہ راستوں کا ہمیں کسی کو بھی علم نہیں ہے۔

سپہ سالار نے کہا۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں بھیس بدل کر اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں۔

ہرگز نہیں میں اپنے سپہ سالار کی قیمتی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ عنبر نے سوچا کہ صرف ایک عقل مند، پارسا اور نیک عورت شہزادی ہیلن کے لئے اسے بادشاہ کی تھوڑی بہت مدد ضرور کرنی چاہیے اس نے کہا۔

جہاں تک قلعے کے اندر جانے کا تعلق ہے وہ میں چلا جاؤں گا مگر اندر جا کر میں کیا کروں گا۔؟ اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔

بادشاہ نے کہا۔

لیکن تم قلعے کے اندر کہاں سے جاؤ گے۔؟

عنبر نے کہا۔

یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں مجھے آپ صرف یہ بتائیں کہ میں قلعے کا دروازہ کیسے کھلواؤں۔؟

یہ تو اندر پہنچنے کے بعد ہی تم کو معلوم ہو سکتا ہے۔

بادشاہ بولا۔

کیا تم قلعے کے اندر جا کر کسی طرح میری بیٹی شہزادی ہیلن سے مل سکتے ہو؟

اگر میں کوشش کروں تو مل سکتا ہوں۔

پھر تم ضرور جاؤ ہیلن سے ملو وہ تمہیں کوئی نہ کوئی ترکیب ضرور بتائے گی اتنے دنوں سے وہاں موجود ہے ضرور وہ قلعے کے بارے میں بہت کچھ جان چکی ہوگی۔

پھر میں آج رات ہی قلعے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں

ضرور کوشش کرو مگر اپنی جان کا خیال رکھنا۔

میری جان کی آپ فکر نہ کریں۔

عنبر نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے سیدھا اس خیمے میں آ گیا جہاں

پنجرے میں سفید عقاب بیٹھا تھا عنبر نے عقاب کو ساری بات سنا دی

عقاب نے کہا۔

میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا میرے دوست اس لئے کہ تمہارے

اکیلے جانے میں خطرہ ہے۔

تو پھر ضرور چلو۔

عقاب نے پھنکار مار کر انسانی روپ اختیار کر لیا وہ دونوں دوست

ایک سپارٹا کے سوداگر جیسا لباس پہن کر قلعے کی پچھلی دیوار کی طرف

پیدل ہی روانہ ہو گئے دیوار کے نیچے پہنچ کر عنبر نے ناگ پھنی سے کہا۔

یار یہ بتاؤ کہ تم تو عقاب بن کر اڑ کر اندر چلے جاؤ گے لیکن میں قلعے کے اندر کیسے جاؤں گا۔؟

ناگ پھنی نے ہنس کر کہا۔

فکر نہ کرو دوست میں تمہیں بھی عقاب بنا کر اپنے ساتھ قلعے کے اندر اڑا لے جاؤں گا۔

اور ہوا بھی ایسا ہی۔ ناگ پھنی نے عنبر کو اپنے ساتھ دیوار کے سایے میں کھڑا کیا پھنکار مار کر عنبر کے چہرے پر ہوا دی اور ایک پل کے بعد دونوں سفید عقاب بن گئے پھر وہ فوراً قلعے کی فصیل کے اوپر سے اڑتے ہوئے قلعے کے اندر چلے گئے وہ سپارٹا کے ایک ویران سے بازار میں آ گئے رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی شہر کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے جب کہ سپاہی گشت کر رہے تھے۔

سپاہیوں کے ایک دستے نے آ کر عنبر اور ناگ پھنی سے پوچھا کہ وہ

کون ہیں اور آدھی رات کو بازار میں آوارہ گردی کس لئے کر رہے ہیں عنبر اور ناگ پھنی نے جان بوجھ کر بھاگنے کی کوشش کی سپاہیوں نے لپک کر فوراً ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور قید خانے میں جا کر ڈال دیا وہ بھی تو چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح قید خانے میں پہنچ جائیں سارا ڈھونگ انہوں نے اسی لئے تو رچایا تھا انہیں قلعے کے بڑے جیل کی ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

یہ بھی اچھی بات ہوئی کہ انہیں الگ الگ نہیں رکھا گیا تھا ناگ پھنی نے عنبر سے کہا۔

یہاں سے معلوم کرنا چاہیے کہ شہزادی ہیلن کس جگہ قید ہے؟ یہ معلوم کرنا تو بڑا مشکل ہے اس لئے کہ یہاں کوئی دوسرا قیدی نظر نہیں آرہا ہمیں صبح کا انتظار کرنا ہوگا۔

دن چڑھا تو ایک پہریدار ان کے لئے پتلا شوربہ لے کر آیا انہوں نے

شور بے لے کر کہا۔

کیوں بھائی یہاں کوئی اور بھی قیدی ہیں یا ہم قسمت کے مارے اکیلے ہی ہیں۔

بکواس بند کرو چپکے بیٹھے رہو۔ ورنہ ابھی نیزہ مار کر سینہ چھلنی کر دوں گا۔

بھئی یہ تو بڑا گرم ہے معلوم ہوتا ہے سپارٹا والوں کو شکست ہو رہی ہے اس وقت پہریدار جا چکا تھا ورنہ یہ بات سن کر وہ ضرور ان میں سے کسی نہ کسی کو نیزے میں پرو دیتا عنبر نے ناگ چھنی سے کہا۔

یہ کوئی بہت بڑا قید خانہ معلوم ہوتا ہے ضرور شہزادی ہیلن بھی اسی جگہ کہیں قید ہو گی۔

پھر تو مجھے ہی جا کر سراغ لگانا ہوگا کیونکہ تم باہر نہیں نکل سکتے۔

یہی میں تم سے کہنے والا تھا تم یہاں سے نکل کر کسی نہ کسی طرح شہزادی

ہیلن کے پاس پہنچو اور اسے کہو کہ وہ فکر نہ کرے ہم اسے یہاں سے نکال کر لے جائیں گے اس کے علاوہ اس سے یہ بھی پوچھنا کہ اس قلعے کے دروازے کو کھلوانے کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے۔

بہت بہتر .... میں ابھی جاتا ہوں۔

ناگ پھنی نے انسانی شکل کو چھوڑ کر سانپ کی شکل اختیار کی اور جیل کی سلاخوں میں سے نکل کر دیوار کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں آگے کی طرف سرکنے لگا۔ عنبر کو یہ بڑا فکر تھا کہ دن کا وقت ہے ناگ پھنی پر بڑی آسانی سے کسی کی بھی نظر پڑ سکتی ہے اگر ایسا ہو گیا تو اسے ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ مگر ناگ پھنی بڑی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا شہزادی ہیلن کے کپڑوں کو بو سے وہ تھوڑا تھوڑا واقف تھا چنانچہ وہ اسی بو کی تلاش میں رینگتا چلا جا رہا تھا۔ ایک جگہ اسے شہزادی کی ہلکی سی بو محسوس ہوئی۔

ناگ پھنی نے اس طرف رینگنا شروع کر دیا جس طرف سے وہ بو آ رہی تھی یہ بو سیڑھیوں کے اوپر والی بارہ دری کی طرف سے آ رہی تھی ناگ پھنی سانپ کی شکل میں سیڑھیاں چڑھ کر اور بارہ دری میں پہنچ گیا یہ قید خانے کی دوسری منزل تھی یہاں ایک بہت بڑا صحن تھا صحن کے اس طرف ایک پرانا برآمدہ تھا اور برآمدے میں بہت سی کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں جن کے اوپر لکڑی کے دروازے چڑھے تھے۔

سانپ نے بارہ دری میں ایک جگہ رک کر شہزادی کی بو سونگھی یہ بو ایک کوٹھڑی کی طرف سے آ رہی تھی سانپ نے ادھر کو آہستہ آہستہ رینگنا شروع کر دیا وہ صحن کو بہت جلد عبور کر جانا چاہتا تھا کیوں کہ صحن میں دھوپ کھلی ہوئی تھی اور وہاں اس پر کسی سپاہی یا پہریدار کی نظر پڑ جانے کا خطرہ تھا سانپ نے بڑی تیزی سے صحن عبور کر لیا اور وہ برآمدے میں پہنچ گیا برآمدے میں وہ بو کے تعاقب میں جا رہا تھا کہ

ایک ستون کے پاس بیٹھے ہوئے سپاہی نے اسے دیکھ لیا سپاہی سانپ کے عقب میں تھا اس نے شور مچانے کی بجائے نیام سے تلوار نکالی اور دبے پاؤں سانپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ سانپ جب برآمدے کا موڑ گھومنے لگا تو سپاہی نے پوری طاقت سے اس پر تلوار ماری۔

اگر سانپ ذرا سا پرے نہ ہو جاتا تو وہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ہوتا۔ تلوار سانپ کے بالکل قریب فرش پر پڑ کر جھنجھنا اٹھی وہ بجلی جیسی تیزی کے ساتھ پلٹ کر دیوار کے اوپر چڑھ گیا اب سانپ دیوار کے اوپر چھت کے پاس تھا اور نیچے سپاہی تلوار ہاتھ میں لئے اس کے نیچے اترنے کا انتظار کر رہا تھا سانپ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ سپاہی شور مچا کر دوسرے سپاہیوں کو بھی بلا لے اس کے ساتھ نپٹ لینا بہت ضروری ہے سانپ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا دوسری طرف نکل

گیا سپاہی بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا مگر وہاں برآمدے میں اندھیرا تھا سپاہی سانپ کو نہ دیکھ سکا مگر سانپ اسے دیکھ رہا تھا سانپ بڑی خاموشی کے ساتھ دیوار پر سے اترا اور ایک پہلو سے سپاہی کی طرف بڑھنے لگا سپاہی جھکا جھکا آگے کو چل رہا تھا۔

سانپ نے لپک کر اس کی پنڈلی پر ڈس لیا اور پیچھے مڑ کر دیوار کے اوپر چڑھ گیا سپاہی پنڈلی کو پکڑ کر فرش پر بیٹھ گیا پورے کا پورا داخل کیا گیا زہر جس کی وجہ سے سپاہی کے گلے میں آواز بند ہو گئی تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گلے کو پکڑا اور بے ہوش ہو کر فرش پر لڑھک گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر سانپ اس کوٹھڑی کی طرف آگیا جہاں سے شہزادی ہیلن کے کپڑوں کی بڑی تیز بو آ رہی تھی کوٹھڑی کے باہر ادھر اُدھر رینگ کر سانپ نے آخر ایک سوراخ تلاش کر لیا جسکے سے اس

نے گردن اندر ڈال کر دیکھا شہزادی ہیلن ایک تختے پر سو رہی تھی سانپ جلدی سے اندر داخل ہو گیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ شہزادی اسے آدمی کا روپ بدلتے ہوئے دیکھے یہ موقع غنیمت تھا اس نے فوراً انسانی شکل اختیار کی اور کوٹھڑی کی کنڈی اندر سے کھول دی تا کہ شہزادی کو یہ شک نہ ہو کہ وہ اندر کہاں سے کیسے آ گیا۔؟

انسان کی شکل میں آتے ہی ناگ پھنی نے شہزادی کے پاؤں کو ذرا سا ہلا کر اسے جگایا۔ شہزادی ہیلن نے آنکھیں کھول کر ایک اجنبی کو اپنے بستر کے قریب دیکھا تو ذرا حیران ہوئی اس لئے کہ اس اجنبی کی شکل جیل کے پہریداروں جیسی نہیں تھی اس نے ناگ پھنی سے پوچھا۔

تم کون ہو؟ یہاں کیا لینے آئے ہو؟

ناگ پھنی نے کہا۔

شہزادی۔ میں تمہارے باپ کے خیموں کی طرف سے بڑی مشکل

سے یہاں آیا ہوں میرا پہلا مقصد تو تمہیں یہاں سے آزاد کرانا ہے

دوسرا پیغام تمہارے باپ کی طرف سے یہ ہے کہ تم قلعے کا دروازہ

کھلوانے میں میری کچھ مدد کر سکتی ہو؟

شہزادی نے پوچھا۔

تمہارے ساتھ اور کون ہے؟

بادشاہ کا شاہی طبیب عنبر بھی میرے ساتھ ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں سے میرا نکلنا بہت مشکل ہے ان لوگوں

نے چپے چپے پر سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس شہر

کے قلعے کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی جب سے یہاں آئی ہوں

اس کال کوٹھڑی میں پڑی ہوئی ہوں۔

آپ کو نا امید نہیں ہونا چاہیے شہزادی، اگر ہم کوشش کریں تو آپ کو

یہاں سے نکال کر لے جا سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گی خدا جانے میرا باپ میری جدائی میں کس حال میں ہے؟ اور پھر جنگ میں بھی تو اسے کوئی کامیابی نہیں ہو رہی۔

ہم یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح قلعے کا دروازہ کھلوانے میں کامیاب ہو جائیں تاکہ ہماری فوجیں قلعے کے اندر داخل ہو سکیں۔

شہزادی نے کہا۔

اس کا خیال ذہن میں نہ لانا خواہ مخواہ ہماری فوج کے لوگ مارے جائیں گے کیونکہ جہاں تک میں نے معلوم کیا ہے قلعے پر بے حد سخت پہرہ ہے اور سوائے بادشاہ کے حکم کے کسی کے کہنے پر بھی نہیں کھل سکتا۔

پھر آپ ہمارے ساتھ چلیں۔

مگر کیسے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ میں بھی قتل کر دی جاؤں

اور اپنے بوڑھے باپ کو کبھی اپنی شکل نہ دکھا سکوں؟ میں ایسا خطرناک قدم کبھی نہیں اٹھاؤں گی میں ایک بہادر باپ کی بیٹی ہوں اور بہادری سے اپنی آزادی حاصل کرنا چاہتی ہوں میں یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتی کہ تاریخ میں یہ لکھا جائے کہ شہزادی ہیلن سپارٹا والوں کی قید سے چوروں کی طرح جان بچا کر بھاگ گئی تھی۔

ناگ پھنی نے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے فیصلے پر ایک بار پھر غور کر لیں۔

شہزادی ہیلن نے بڑی سختی سے کہا۔

میں ہمیشہ اپنا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرتی ہوں آپ میرے والد سے جا کر کہہ دیں کہ میں چاہتی ہوں سپارٹا والوں کو شکست دے کر میری ذلت کا بدلہ لیا جائے۔

بہت بہتر۔ شہزادی صاحبہ۔

ناگ پھنی ناامید ہو کر وہاں سے باہر نکل آیا برآمدے میں ایک سپاہی نے اسے دیکھا اور اس کے پیچھے بھاگا۔ ناگ پھنی لپک کر ایک طرف ہو گیا اور فوراً اس نے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور بڑی تیزی سے رینگتا ہوا صحن عبور کر کے بارہ دری میں آ گیا یہاں سے سیڑھیاں اتر کر وہ اس کوٹھڑی میں داخل ہو گیا جہاں عنبر اس کا انتظار کر رہا تھا اس نے شہزادی کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ ساری کی ساری عنبر کو بیان کر دی۔

عنبر کو بڑا افسوس ہوا شہزادی محض ضد سے کام لے رہی ہے اس نے اسے دوبارہ قائل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ناگ پھنی نے کہا۔ شہزادی اپنے فیصلے سے پیچھے نہیں ہٹے گی اس کے ساتھ اس بارے میں گفتگو کرنا بے کار ہے۔

پھر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

اس کے سوا اور چارہ بھی کوئی نہیں۔

دوپہر کو جب سپاہی ان کے لئے کھانا لے کر آیا تو وہ دونوں اس پر ٹوٹ پڑے سپاہی دونوں کی مار کھا کر بے ہوش ہو گیا اس کے بے ہوش ہوتے ہی دونوں دوست کوٹھڑی سے باہر نکل کر چھپتے چھپاتے قلعے کی دیوار کے اوپر پہنچ گئے یہاں سے وہ جس طرح آئے تھے۔ ویسے ہی واپس ٹرائے کی فوجوں کے کیمپ میں چلے گئے۔

لکڑی کا گھوڑا

شہزادی ہیلن کے دلیرانی جواب کے بعد اس کے باپ نے دوبارا جنگ شروع کر دی۔

یہ حملہ سپارٹا کے قلعے پر پوری طاقت کے ساتھ کیا گیا تھا اس میں پانچ سو ہاتھیوں نے بھی شرکت کی ہاتھیوں کو ایک گروہ کی شکل میں قلعے کے دروازے سے ٹکرانے کے لئے آگے بڑھایا گیا جب وہ دروازے کے پاس پہنچے تو اوپر سے ان پر کھولتا ہوا بے شمار تیل انڈیل دیا گیا کھولتے ہوئے تیل نے ہاتھیوں میں بھگدڑ رمچا دی وہ جلتے ہوئے تکلیف کے ساتھ ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے ایک دوسرے پر

گرنے لگے۔ انہوں نے بدحواس ہو کر واپس بھاگتے ہوئے اپنی ہی فوج کے سپاہیوں کو روندنا شروع کر دیا قلعے کے دروازے کو توڑنے کی یہ ترکیب بھی ناکام ہو گئی۔

چار روز تک ٹرائے کی فوجیں سپارٹا کے قلعے سے سر پٹختی رہی ان کے ہزاروں سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے سینکڑوں ہاتھی جل بھن کر راکھ ہو گئے آخر بادشاہ کو جنگ روکنا پڑی پانچویں روز جنگی کونسل کا ایک اجلاس ہوا جس میں سوچا گیا کہ سپارٹا کس طرح فتح کیا جائے طاقت کے زور پر جنگ جیتی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ سپارٹا والے قلعے کے اندر بڑے سکون سے لڑ رہے تھے آخر فیصلہ ہوا کہ محاصرہ لمبا کر دیا جائے یعنی قلعے کو چاروں طرف سے گھیر کر بیٹھے رہو ان کی ناکہ بندی کر دو۔ جب وہ بھوک اور پیاس سے مرنے لگیں گے تو اپنے آپ قلعے کا دروازہ کھول کر شہر ان کے حوالے کر دیں گے۔

مگر انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ سپارٹا والوں نے سارا انتظام کر رکھا ہے اگر وہ دو برس بھی اپنے قلعے کے اندر بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ سکتے تھے ان کے پاس خوراک اور پانی کا بے پناہ ذخیرہ تھا انہوں نے شہر کے اندر ہی پانی کے کنوئیں کھودے ہوئے تھے اور کھیتی باڑی بھی وہیں کرتے تھے بہر حال سپارٹا کا محاصرہ شروع ہو گیا محاصرہ طول پکڑتا گیا ایک ماہ، دو ماہ، چار ماہ، چھ ماہ،.........ایک برس گزر گیا مگر سپارٹا والوں نے کسی قسم کی پریشانی کا کوئی اظہار نہ کیا.........پہلے روز کی طرح اب بھی قلعے کی فصیل کے اوپر چاق و چوبند سپاہی پہرہ دیتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ انہیں خوب پیٹ بھر کر کھانے کو ملتا ہے۔

ٹرائے کا بادشاہ اپنی بیٹی ہیلن کی یاد میں اشکبار ہو گیا اس نے اپنے شاہی جاسوسوں کو بلا کر کہا کہ فوراً قلعے کے اندر جا کر اسے اس کی بیٹی کی خیریت کی خبر لا کر دی جائے دو جاسوس قلعے کے اندر جانے کے

لے چل پڑے چار روز بعد ان کی لاشیں ایک ایک کر کے قلعے کے اوپر سے نیچے پھینک دی گئیں یہی حال اس کے بعد چار اور جاسوسوں کا بھی ہوا بادشاہ غصے میں کانپ اٹھا۔

کیا اب میری اس طرح توہین ہوتی رہے گی.......... دیوتاؤں میں نے کیا گناہ کیا ہے جس کی مجھے یہ سزا مل رہی ہے۔؟

عنبر کو بادشاہ کی حالت پر ترس آ گیا اس نے ناگ پھنی سے کہا کہ وہ جا کر شہزادی کی خیریت کی خبر لا دے عنبر نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ فکر نہ کریں اس نے اپنے ایک خاص جاسوس کو قلعے کے اندر بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے ناگ پھنی ایک عام سپاہی کی شکل میں آ کر بادشاہ سے ملا اور پھر اس کی اور عنبر کی اجازت لے کر قلعے کی طرف چل پڑا۔

غدار وزیر اس دوران میں خاموش بیٹھا تھا وہ خوش بھی تھا کہ ٹرائے کی فوجیں قلعے کے باہر پڑے پڑے خود بخود تباہ ہو رہی ہیں اس کے

علاوہ ٹرائے کے قیمتی جاسوس بھی سپارٹا والوں نے ہلاک کر دیے ہیں ایک رات چھپ کر غدار وزیر نے بھی سوداگر کا بھیس بدلا اور قلعے کے اندر سپارٹا کے بادشاہ سے ملنے چل پڑا قلعے کے دروازے پر جا کر اس نے خاص خفیہ لفظ دہرائے فوراً پوشیدہ راستہ کھول دیا گیا غدار وزیر سپارٹا کے شاہی محل میں آ گیا یہاں پہنچ کر اس نے ٹرائے کی فوجوں کے بارے میں پوری پوری خبر کر دی اس نے بتایا کہ فوجوں کا دل طویل محاصرہ سے اکتا گیا ہے اور وہ واپس اپنے شہر جانا چاہتی ہیں خود بادشاہ بھی نا امید ہو گیا ہے سپارٹا کے بادشاہ نے خوش ہو کر کہا۔

ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ جب دشمن کی فوجیں محاصرے سے تنگ آ کر تھکی ہاری واپس جا رہی ہوں تو انہیں راستے میں پکڑ لیا جائے اور اچانک حملہ کر کے ختم کر دیا جائے۔

غدار وزیر نے یہ بھی بتایا کہ ٹرائے کا بادشاہ اپنی بیٹی ہیلن کے بارے

میں بھی بے حد پریشان ہے اس غم نے اس کی کمر توڑ کر رکھ دی اس
کے جاسوسوں کے ساتھ جو حشر ہوا اس کی وجہ سے بھی وہ سخت بد دل ہو
گیا ہے اور اب اسے یقین ہونے لگا ہے کہ سپارٹا پر فتح حاصل کرنا
ایک ناممکن بات ہے۔

سپارٹا کے بادشاہ نے فخر کے ساتھ کہا۔

ہمارے دوست وزیر ہیلن کو ہم کبھی رہا نہیں کریں گے ہم ٹرائے کی
تاریخ پر یہ مہر لگا دیں گے کہ اس کی ایک شہزادی کو ساری عمر سپارٹا
والوں کی قید میں کاٹنا پڑی۔

غدار وزیر واپس آ گیا۔

اس اثناء میں ناگ پھنی عقاب کے روپ میں قلعے کی فصیل پر پہنچ گیا
تھا وہاں سے وہ سانپ کا روپ بدل کر قید خانے میں ہیلن کی کوٹھڑی
کے باہر آ گیا اور یہاں انسانی شکل اختیار کر کے اندر ہیلن کے پاس

چلا گیا اس نے ہیلن کو بتایا کہ اس کا باپ اس کے بغیر بے حد اداس اور دل گیر ہے ہیلن کی آنکھوں میں بھی باپ کو یاد کر کے آنسو آ گئے اس نے باپ کو پیغام بھجوایا کہ جس طرح بھی ہو سکے سپارٹا کو فتح کر کے اسے رہائی دلائی جائے تا کہ لوگ اس کا نام بھی عزت و آبرو سے لے سکیں۔

جب ناگ پھنی نے واپس آ کر بادشاہ کو ہیلن کی خیریت اور اس کا خاص پیام بادشاہ تک پہنچایا تو اس نے ایک بار پھر حملے کا حکم دے دیا چوتھی بار حملہ کیا گیا مگر فوج کی کمی ہو چکی تھی ہاتھیوں کی تعداد بھی تھوڑی رہ گئی تھی چنانچہ اس بار بھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی بادشاہ اپنے خیمے کے اندر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

اب عنبر آگے بڑھا اس نے خیمے کے اندر داخل ہو کر کہا۔

بادشاہ سلامت اگر آپ قبول کریں تو سپارٹا پر قبضہ کرنے کے لئے

میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی ہے۔

بادشاہ نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔

وہ کیا ہے؟ جلدی بتاؤ۔ ہم ضرور اس پر عمل کریں گے۔

عنبر نے جب اپنی ترکیب اور منصوبہ بادشاہ کو بتایا تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل گیا اس نے عنبر کو سینے سے لگا لیا اور کہا کہ یہ ترکیب اس نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟

اگلے روز اس منصوبے پر عمل شروع ہو گیا۔

ٹرائے شہر کے تمام ترکھان میدان جنگ میں بلا لیے گئے انہوں نے مل کر جنگل میں سے بڑے بڑے درخت کاٹے اور انہیں چھیلنا اور کاٹنا شروع کر دیا۔

پندرہ دنوں کے بعد قلعے کے اوپر کھڑے سپارٹا کے سپاہیوں نے دیکھا کہ ٹرائے کی فوج کے سپاہی لکڑیوں کے بڑے بڑے لٹھ میدان

میں رکھے کوئی چیز تیار کر رہے ہیں وہ یہ سمجھے کہ شاید دشمن کوئی نئی توپ تیار کر رہا ہے جس سے وہ قلعے پر آخری اور بھرپور حملہ کرنا چاہتا ہے وہ سپاہیوں کو اور ترکھانوں کو توپ بناتے دیکھتے رہے پندرہ دن اور گزر گئے اب انہیں محسوس ہوا کہ ٹرائے کے سپاہی توپ نہیں بلکہ ایک بہت بڑا لکڑی کا گھوڑا تیار کر رہے ہیں۔

انہوں نے سپارٹا کے بادشاہ کو بھی خبر کر دی کہ ٹرائے کے فوجی جنگی مشق چھوڑ کر ترکھانوں کے ساتھ مل کر لکڑی کا ایک بہت اونچا لمبا گھوڑا تیار کر رہے ہیں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت ہنسا اور بولا میں نے ٹرائے کے بزدل سپاہیوں کو ترکھان بنا دیا ہے وہ اپنے دل بہلانے کے لئے لکڑی کے گھوڑے بنانے لگے ہیں۔

ایک ماہ کے بعد ٹرائے کے سپاہیوں نے ایک بہت اونچا لمبا کوئی چار منزلہ لکڑی کا گھوڑا بنا کر میدان جنگ میں قلعے کی فصیل کے

سامنے کھڑا کر دیا جس کے پاؤں میں لکڑی کے پہیئے لگے تھے اس کے بعد فوجوں نے کوچ کی تیاری کرنی شروع کر دی خیمے اکھاڑے جانے لگے۔ گھوڑوں، خچرں اور ہاتھیوں پر جنگ کا سامان لادا جانے لگا دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ سے ٹرائے کی ساری فوج واپس جانا شروع ہو گئی بادشاہ کو خبر ملی کہ دشمن محاصرہ اٹھا کر واپس جا رہا ہے وہ خوشی سے نعرہ لگا کر بولا۔

دشمن کو اس کے شہر کے دروازے پر جا کر لیں گے۔

اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے سنا کہ ٹرائے کے سپاہی میدان میں ایک بہت عظیم الشان لکڑی کا گھوڑا اپنا کر چھوڑ گئے ہیں بادشاہ اپنے وزیروں اور سپہ سالار کے ساتھ خود یہ گھوڑا دیکھنے آیا۔ وہ قلعے کی فصیل کے اوپر چڑھ کر کھڑا ہو گیا اس نے دیکھا کہ میدان جنگ میں سوائے مٹی کی گرد کے اور کچھ بھی نہیں تھا ٹرائے کی فوجیں واپس جا چکی تھیں

اور قلعے کی فصیل کے بالکل نیچے ایک لکڑی کا بہت بڑا گھوڑا کھڑا تھا۔

وہ ہنس پڑا۔

ٹرائے کے فوجی ترکھان بن گئے ہیں میں نے انہیں ترکھان بنا کر واپس کیا ہے وہ ہمارے پاس اپنی شکست کی نشانی یہ گھوڑا چھوڑ گئے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ٹرائے کی شکست اور پسپائی کی اس نشانی کو قلعے کے اندر لا کر شہر کے سب سے بڑے چوک میں کھڑا کر دیا جائے تا کہ آنے والی نسلیں اسے دیکھ کر یاد کریں کہ ٹرائے والوں کا سپارٹا پر حملہ کرنے کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا تھا دو ایک بوڑھے وزیروں نے بادشاہ کے اس فیصلے کی مخالفت کی اور کہا کہ اس میں دشمن کی چھوڑی ہوئی کسی چیز کو بھی قلعے کے اندر نہیں لانا چاہیے مگر بادشاہ نے ان کی ایک نہ سنی اور حکم دیا کہ ٹرائے کی ذلت کی یادگار کو قلعے کے اندر لایا

جائے۔

اسی وقت قلعے کا دروازہ کھول دیا گیا اور سپارٹا کے تنومند سپاہیوں نے باہر نکل کر لکڑی کے گھوڑے کی ٹانگوں میں بڑے بڑے رسے باندھے اور کوئی دو سو سپاہیوں نے اسے قلعے کے اندر کھینچنا شروع کر دیا کافی دیر کی محنت کے بعد وہ گھوڑے کو قلعے کے اندر لانے میں کامیاب ہو گئے قلعے کا بڑا دروازہ ایک بار پھر بند کر دیا گیا اور گھوڑے کو بادشاہ کے حکم سے سپارٹا شہر کے سب سے بڑے چوک میں لا کر کھڑا کر دیا گیا اس کے بعد سپاہیوں نے اپنی فتح کا جشن منانا شروع کر دیا شہر کی عمارتوں اور شاہی محل پر چراغاں کیا گیا۔

آدھی رات تک فتح کا جشن جاری رہا رات کے پچھلے پہر سپاہی تھک ہار کر جہاں جہاں بیٹھے تھے وہیں پر گر کے گہری نیند میں کھو گئے شاہی محل میں بھی سب لوگ سو گئے شہر کے مکانوں میں بھی دیے بجھا کر

لوگ میٹھی نیند میں کھو گئے آج سب کو بڑی گہری نیند آئی تھی کیونکہ دشمن ان کے دروازے سے خیمے اکھاڑ کر واپس جا چکا تھا۔
لیکن انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ دشمن اصل میں ان کے گھر کے اندر آ گیا ہے۔ جس لکڑی کے گھوڑے کو وہ بڑی مشکل سے کھینچ کر قلعے کے اندر لے آئے تھے اس کے پیٹ میں ٹرائے کی فوج کے چنے ہوئے دو سو بہادر سپاہی اپنے سردار کے ساتھ چھپے بیٹھے اشارے کے منتظر تھے یہ منصوبہ عنبر نے ٹرائے کے بادشاہ کو بتایا تھا کہ ایک ایسا عظیم اور اونچا لمبا لکڑی کا گھوڑا تیار کیا جائے جس کے اندر کم از کم دو سو سپاہیوں کے چھپ کر بیٹھنے کی جگہ ہو، پھر اس گھوڑے کو میدان جنگ میں چھوڑ کر فوجوں کو پیچھے ہٹا لیا جائے سپارٹا والے جب گھوڑے کو خود بخود کوئی چیز یا کھلونا سمجھ کر اندر لے جائیں تو آدھی رات کو سپاہی گھوڑے کے اندر سے نکل کر بڑی خاموشی سے چاروں

طرف پھیل جائیں اور قلعے کے دروازے کے پہریداروں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیں، اس دوران میں فوج قریب کی پہاڑیوں میں چھپی رہے گی اشارہ ملتے ہی وہ دروازے میں داخل ہو کر حملہ کر دے گی۔

یہ منصوبہ بے حد خطرناک تھا اور سپارٹا والے اس جال میں پھنس گئے تھے۔

آدھی رات گزر جانے پر جب باہر مکمل خاموشی چھا گئی تو گھوڑے کے اندر بیٹھے ہوئے سپاہیوں کو سردار نے اشارہ کیا کہ باہر نکلا جائے ایک سپاہی نے رسی کھینچی گھوڑے کے پیٹ کے نچلے حصے میں سے ایک تختہ ہٹ گیا اور رسیوں کی سیڑھی باہر کو لٹکنے لگی سپاہی ایک ایک کر کے گھوڑے میں سے نکل کر باہر آ گئے وہ بڑی خاموشی سے باہر آئے تھے سردار کے اشارے پر آدھے سپاہی قلعے کی فصیل کی طرف اور آدھے

سپاہی چھپتے چھپاتے قلعے کے دروازے کی طرف کھسکنا شروع ہو گئے
سارا شہر بڑے سکون سے سو رہا تھا قلعے کے بند دروازے کے اندر
پہریداروں نے بھی آج پہلی دفعہ آنکھ جھپکی تھی فصیل کے اوپر بھی
سپاہی باہر میدان دشمن سے خالی دیکھ کر بے فکر ہو کر سو گئے تھے صرف
چند ایک پہریدار ادھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے ٹرائے کے سپاہی
فصیل کے اوپر آ گئے راستے میں انہیں جو سپاہی ملا اس کو انہوں نے
وہیں کھڑے کھڑے قتل کر دیا وہ قلعے کے اوپر آ گئے۔
اوپر فصیل پر آ کر انہوں نے بڑے آرام کے ساتھ سوئے ہوئے
دشمنوں کو ہلاک کر کے فصیل کے دوسری طرف پھینکنا شروع کر دیا
انہوں نے سارے کا سارا کھولتا ہوا تیل بھی دیوار کے دوسری طرف
انڈیل دیا چند ہی لمحوں بعد ٹرائے کے سپاہیوں نے فصیل کے اوپر
قبضہ کر کے ایک برج میں کھڑے ہو کر جلتی ہوئی مشال ہاتھ میں لے

کر دائیں بائیں لہرائی۔

دور پہاڑیوں کے دامن میں چھپی ہوئی ٹرائے کی فوجوں نے بادشاہ اور عنبر نے فصیل کے اوپر روشنی کا اشارہ دیکھ کر سمجھ لیا کہ اپنی فوج نے فصیل پر قبضہ کر لیا ہے انہوں نے پہاڑیوں میں سے نکل کر ایک خونخوار لشکر کی صورت میں رات کے اندھیرے میں قلعے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا یہ ایک عظیم الشان فوجوں کا سیلاب تھا جو قلعے کی دیواروں کی جانب بڑھتا چلا آ رہا تھا اب انہیں صرف ایک آخری اشارے کی ضرورت تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ قلعے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

ٹرائے کے جو سپاہی قلعے کی دیوار کی طرف بڑھے تھے انہوں نے بھی راستے میں کئی ایک پہریداروں کو قتل کیا اور آ کر قلعے کے دروازے کی چوکی پر پہنچ گئے کچھ سپاہی چوکی کے باہر پہرہ دے رہے تھے ٹرائے

کے فوجیوں نے اچانک پہلو میں سے نکل کر انہیں ایک ایک کر کے دبوچ لیا اور قتل کر کے زمین پر پھینک دیا اس کے ساتھ ہی قلعے کا بڑا دروازہ کھول دیا گیا۔

جب ٹرائے کی فوج کو قلعے کے دروازے کھلنے کا اشارہ ملا تو فوج نے آندھی بن کر حملہ کر دیا اور ایک ہی ہلے میں ساری کی ساری فوج قلعے کے اندر داخل ہو گئی اوپر سے فصیل پر گئے ہوئے سپاہیوں نے اندر کی طرف سپارٹا کے سپاہیوں پر تیر برسانے شروع کر دیے سارے شہر میں شور مچ گیا کہ دشمن قلعے میں داخل ہو گیا مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی جس وقت سپارٹا کے سپاہی نیند سے جاگے اس وقت دشمن کے سپاہی شاہی محل میں داخل ہو کر قتل عام کر رہے تھے دوپہر تک سپارٹا کے سپاہیوں نے لڑائی کی مگر دشمن چونکہ ان کے گھر کے اندر داخل ہو چکا تھا اس لیے وہ بے بس ہو گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

ٹرائے کے بادشاہ نے سپارٹا کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

اس نے سپارٹا کے بادشاہ کو فوراً قتل کر کے اس کا سر محل کے باہر دروازے پر لٹکا دیا اور سارے درباریوں کے ساتھ شاہی قید خانے میں اپنی بیٹی شہزادی ہیلن کو رہا کرنے پہنچا بیٹی باپ کو دیکھ کر اس سے لپٹ گئی باپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ہیلن نے کہا۔

میرے بہادر ابا! میں یہی چاہتی تھی کہ آپ ایک بہادر باپ بن کر اپنی بیٹی کو رہا کرائیں آپ نے سپارٹا کو فتح کر کے ٹرائے کی تاریخ سے ذلت کا نشان دھو ڈالا ہے۔ اب ہمارا سر فخر سے بلند ہے۔

بادشاہ نے اسے بتایا کہ یہ سارا منصوبہ عنبر نے اسے بتایا تھا ہیلن عنبر کی دانش مندی پر بے حد خوش ہوئی چونکہ وہ خود ایک دانا عقل مند عورت تھی اس لئے دانا اور عقل مند لوگوں کی قدر کرتی تھی۔

سپارٹا کی فتح کی خبر ٹرائے پہنچی تو وہاں سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔

لوگوں نے دیوتاؤں کے آگے نذرانے دیے قربانیاں پیش کیں اور اپنے مکانوں پر گھی کے چراغ جلائے بادشاہ نے سپارٹا کے شاہی محل میں ایک عظیم الشان دربار لگایا اور اپنے فوجیوں اور سپہ سالار اور درباریوں اور وزیروں کو انعام و اکرام تقسیم کیا عنبر کو شاہی وزیر کا مرتبہ دیا گیا۔ غدار وزیر بھی جھوٹ موٹ اس خوشی میں بادشاہ کے ساتھ تھا مگر اندر سے اس کا دل جل کر کباب ہو گیا تھا کیونکہ سپارٹا کی شکست کے بعد اس کے سارے خواب ختم ہو کر رہ گئے تھے۔

ناگ پھنی نے عنبر سے کہا۔

اس غدار وزیر کو بھی ٹھکانے لگا دو نہیں تو یہ ایک بار پھر عذاب جان بن جائے گا۔

غدار کا انجام

ناگ پھنی کا یہ مشورہ عنبر کے دل کو لگا۔

سپارٹا میں اپنا ایک فوجی سپہ سالار مقرر کرنے کے بعد بادشاہ اپنی بیٹی شہزادی ہیلن کو لے کر واپس اپنے شہر ٹرائے میں آ گیا ایک بہت بڑی فتح کے بعد شہر بھر میں چھ روز تک خوشیوں کا جشن منایا گیا۔

ساتویں دن عنبر نے بادشاہ کے خاص محل میں جا کر کہا کہ وہ اس سے ایک راز داری کی بات کرنا چاہتا ہے اس وقت بادشاہ کے پاس اس کی بیٹی ہیلن بھی موجود تھی بادشاہ نے کہا۔

کیا اس راز داری میں میری بیٹی بھی شریک ہو سکتی ہے۔؟

یعنی بادشاہ کا مطلب تھا کہ اگر وہ چاہے تو اپنی بیٹی کو وہاں سے بھجوا دے مگر عنبر نے کہا کہ یہ بات شہزادی کے سامنے ہونی چاہیے کیونکہ شہزادی کا بھی اس میں ذکر ہے اس کے بعد عنبر نے بادشاہ کو بتایا کہ شہزادی کا اغوا ان کے خاص وزیر نے کروایا تھا اور وہ غدار وزیر ہے جو سپارٹا کے بادشاہ کی کٹھ پتلی تھا اور اس کے اشاروں پر ناچ رہا تھا بادشاہ یہ سن کر حیران رہ گیا شہزادی ہیلن کو بھی بڑی حیرانی ہوئی کیونکہ انہیں اپنے وزیر پر بڑا بھروسہ تھا اور وزیر نے بھی ہمیشہ ان پر یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ ان کا انتہائی وفادار وزیر ہے۔

بادشاہ نے کہا۔

عنبر تم نے جو بات کہی ہے اس پر یقین کرنے کو دل نہیں مانتا۔

عنبر نے کہا۔

بادشاہ سلامت! میں آپ سے بالکل سچی بات عرض کر رہا ہوں اگر

آپ کو یقین نہ آئے تو میرے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔

شہزادی ہیلن نے پوچھا۔

تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ ہمارے وزیر نے مجھے اغوا کرایا تھا؟

عنبر بولا۔

اس کا ثبوت سپارٹا کی فوج کا ایک کپتان ہے جس کا نام یورنیس ہے یہی وہ شخص ہے جو آدھی رات کو وزیر کے کہنے پر ہمارے محل میں داخل ہوا وزیر اسے اپنے ساتھ لے کر آپ کی خواب گاہ تک خفیہ راستے سے لایا اور پھر اسی نے آپ کو بے ہوشی کی دوا سونگھا کر اغوا کیا اور سپارٹا لے گیا۔

بادشاہ نے کہا۔

وہ کپتان یورنیس کہاں ہے۔؟

عنبر نے کہا۔

مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور سپارٹا کے جنگی قیدیوں میں موجود ہوگا میں نے اسے قیدیوں کی قطار میں دیکھا تھا۔

بادشاہ نے اسی وقت عنبر کو ساتھ لیا اور جنگی قیدیوں کے معائنے کے بہانے شاہی قید خانے میں آگیا یہاں سپارٹا کے جنگی قیدی قطار میں کھڑے کر دیے گئے اور عنبر بادشاہ کے ساتھ ساتھ چل کر ایک ایک قیدی کو غور سے دیکھنے لگا۔ یورنیس تو ہزاروں میں پہنچانا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے چہرے پر تلوار کے زخم کا لمبا نشان تھا جس کو وہ چھپا نہیں سکتا تھا آخر ایک مقام پر عنبر نے یورنیس کو دیکھ لیا اس نے بادشاہ کو خفیہ طور پر اشارہ کیا کہ وہ سامنے یورنیس کھڑا ہے جس کے چہرے پر زخم کا لمبا نشان ہے بادشاہ نے شاہی داروغے سے کہا۔

اس قیدی کو خفیہ طور پر ہمارے محل میں پہنچا دیا جائے۔

یہ راز داری محض اس لئے کی جا رہی تھی کہ غدار وزیر کو وقت سے پہلے معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے۔ ایسی صورت میں وہ وہاں سے فرار ہو سکتا تھا اور کسی دوسرے شہر کی ریاست میں جا کر بادشاہ کے خلاف سازش میں مصروف ہو سکتا تھا تھوڑی ہی دیر بعد قیدی یورنیس بادشاہ کے خاص کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

اس وقت بادشاہ کے علاوہ عنبر اور شہزادی ہیلن بھی موجود تھی قیدی یورنیس نے عنبر کو ایک نظر دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس کو وہ اغوا کی رات سرائے میں ملا تھا۔

مگر اس نے عنبر سے آنکھ نہ ملائی اور انجان بن کر کھڑا رہا بادشاہ نے یورنیس سے کہا۔

تمہارا نام کیا ہے۔

قیدی نے جھک کر عرض کی۔

یورنیس۔

کیا تم عنبر کو جانتے ہو؟

قیدی نے عنبر کی طرف غور سے دیکھا اور سر ہلا کر بولا۔

نہیں بادشاہ سلامت۔

وہ صاف مکر گیا اور محض اس لئے کہ وہ وزیر کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا

بادشاہ نے اپنی بیٹی شہزادی ہیلن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

کیا اس عورت کو پہچانتے ہو؟

قیدی نے سر جھکا کر کہا۔

کیوں نہیں بادشاہ سلامت یہ شہزادی ہیلن ہیں۔

عنبر نے پوچھا۔

تم شہزادی کو کیسے پہچانتے ہو؟ پہلے تم نے اسے کہاں دیکھا تھا؟

اس سوال پر قیدی یورنیس ذرا گھبرا گیا پھر فوراً ہی بولا۔

جناب شہزادی صاحبہ کو میں نے سب سے پہلے سپارٹا کے قید خانے

میں دیکھا تھا جہاں یہ قید تھیں اور میں وہاں معائنے کے لئے گیا تھا۔

اب عنبر نے ایک دم حملہ کیا اور پوچھا۔

جس دوائی سے تم نے شہزادی ہیلن کو بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا وہ

دوائی تم نے کہاں سے حاصل کی تھی؟

وہ میں نے............پھر وہ فوراً ہی سنبھل گیا میں نے

............میں نے شہزادی صاحبہ کو کبھی اغوا نہیں کیا حضور! میں بے

گناہ ہوں میں نے کبھی شہزادی کو اغوا نہیں کیا بھلا مجھے انہیں اغوا

کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟

عنبر نے کہا۔

ضرورت تمہیں نہیں تھی ضرور ہمارے وزیر کو تھی۔ جس کے اشاروں پر

تم کھیل رہے تھے اور جس نے شہزادی کی خواب گاہ کا خفیہ دروازہ

کھول کر اور بے ہوشی کی دوائی دے کر تمہیں اندر بھیجا تھا۔

قیدی نے گڑ گڑا کر کہا۔

یہ مجھ پر الزام ہے بادشاہ سلامت یہ مجھ پر الزام ہے۔

بادشاہ نے صاف صاف لفظوں میں کہا۔

میری بات کو غور سے سنو قیدی۔ اگر تم نے ہمارے سامنے سچی بات کھول کر بیان کر دی تو ہم تمہیں اسی وقت آزاد کر دیں گے تم جس شہر میں چاہو جا کر آباد ہو سکتے ہو لیکن اگر تم نے ہمارے سامنے جھوٹ بولا تو ہم اسی وقت جلاد بلا کر تمہاری کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھر کر قلعے کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیں گے۔ بولو تمہیں کون سی بات منظور ہے؟ سچ بولتے ہو یا بلاؤں جلاد کو؟

قیدی یورنیس تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ بادشاہوں کے فیصلوں کو اچھی طرح جانتا تھا اس نے سچی بات بیان کر دینے کا فیصلہ کر لیا وہ ہاتھ جوڑ کر

گھٹنوں کے بل گر پڑا اور بولا۔

بادشاہ سلامت! انہوں نے جو کچھ کہا بالکل درست ہے آپ کے وزیر نے مجھے بے ہوش کرنے والی دوائی دی تھی اور میرے لئے شہزادی کی خواب گاہ کا خفیہ دروازہ کھولا تھا میں نے ہی سپارٹا کے بادشاہ کے حکم پر اور آپ کے وزیر کی مدد سے شہزادی صاحبہ کو بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا اور انہیں سپارٹا لے گیا تھا کیا اب میری جان بخشی ہو جائے گی؟

بادشاہ نے کہا۔

ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔

شہزادی ہیلن اور بادشاہ نے عنبر کی طرف تعجب سے دیکھا.........

اس کی ساری باتیں درست ثابت ہوئی تھیں عنبر نے بادشاہ سے کہا کہ وزیر کو اسی وقت بلایا جائے تاکہ یہ بات اس کے منہ پر بیان ہو،

بادشاہ نے غلام کو حکم دیا کہ وزیر کو فوراً حاضر کیا جائے غدار وزیر بڑی

بے فکری سے خوش خوش بادشاہ کے کمرے میں داخل ہوا یوں ہی اس کی نظر قیدی یورنیس پر پڑی تو اس کا رنگ زرد ہو گیا مگر فوراً ہی سنبھل گیا اور آداب بجالاتے ہوئے بولا۔

خاکسار حاضر ہے بادشاہ سلامت!

بادشاہ نے یورنیس سے کہا۔

اے قیدی۔ تو نے ابھی ابھی جو بیان دیا ہے وہ ہمارے وزیر کے سامنے بھی دہرا دے۔

پہلے تو یورنیس ذرا ہچکچایا مگر جب بادشاہ نے کہا کہ اگر اس نے غلط بیانی سے کام لیا اور وہ جھوٹ بولنے لگا اور سچ سے مکر گیا تو پھر بادشاہ بھی اپنا وعدہ پورا نہ کرے گا۔ تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ میں سچ سچ عرض کروں گا حضور!

عنبر نے کہا۔

تو پھر اپنا بیان دہراؤ۔

یورنیس قیدی نے کھلے اور صاف لفظوں میں بتا دیا کہ وزیر سپارٹا کے بادشاہ سے مل کر ٹرائے کی سلطنت کو تباہ کرنا چاہتا تھا اس نے ہی سپارٹا کے بادشاہ کو مشورہ دیا تھا کہ شہزادی ہیلن کو اغوا کیا جائے پھر اس وزیر نے ہی بے ہوشی کی دوائی دے کر شہزادی کی خواب گاہ کا خفیہ راستہ دکھایا تھا اور انہیں اغوا کرانے میں پوری پوری مدد دی تھی۔

یہ بیان سن کر وزیر کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔

بادشاہ عنبر اور شہزادی ہیلن وزیر کے چہرے کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے قیدی نے اپنا بیان ختم کیا تو وزیر نے چیخ کر کہا۔

بادشاہ سلامت! یہ مجھ پر ایک بھیانک الزام ہے یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے یہ میرا دشمن ہے یہ مجھ سے اپنی دشمنی کا بدلہ لینا چاہتا ہے یہ جھوٹ بول رہا ہے شہزادی کے اغوا میں میرا ہرگز ہاتھ نہیں تھا ہرگز

ساتھ نہیں تھا۔

شہزادی ہیلن نے کہا۔

اس کو تمہارے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟ اور پھر عنبر اس بات کا گواہ ہے کہ شہر کی ایک سرائے میں اس نے خود اپنی آنکھوں سے یورنیس کو آدھی رات کو نکلتے دیکھا ہے اور یہ وہی رات تھی جس رات مجھے اغوا کیا گیا۔

عنبر کہنے لگا۔

وزیر صاحب آپ مان لیجئے کہ آپ نے ٹرائے شہر کے خلاف ایک زبردست سازش کی تھی غداری کی تھی مگر آپ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

بادشاہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

لیکن تم نے ہماری پیاری بیٹی کو اغوا کر کے جو ہمیں صدمہ پہنچایا ہے ہم

تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے ہم تو اس کا انتقام لیں گے ہمارے ملک کے ساتھ غداری کرنے کا انتقام لیں گے.......... جلاد کو بلایا جائے۔

وزیر گڑگڑاتا ہوا بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا مگر بادشاہ نے اس کی ایک نہ سنی اتنے میں جلاد آ گیا بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ وزیر کی کھال اتار کر اس میں ریت بھر کر قلعے کی دیوار کے ساتھ لٹکا دی جائے۔

ہم ایک گھنٹے بعد وزیر کی لٹکی ہوئی لاش کا معائنہ کریں گے۔

جلاد نے سر جھکا کر کہا۔

جو حکم بادشاہ سلامت!

سپاہی وزیر کو پکڑ کر جلاد کے ساتھ شاہی قید خانے کی طرف چل پڑے۔ شہزادی ہیلن اور بادشاہ نے عنبر سے کہا۔

یہ ہمارے سفید عقاب کی برکت بھی ہے کہ ہمیں فتح ہوئی۔

عنبر نے کہا۔

کیوں نہیں، کیوں نہیں۔

شہزادی ہیلن بولی۔

سفید عقاب کہاں ہے؟ اسے لایا جائے۔؟

فوراً سپاہی سفید عقاب کا پنجرہ لے کر وہاں آ گئے سفید عقاب نے عنبر کی طرف دیکھ کر خوشی سے سیٹی بجائی شہزادی ہیلن نے مسکرا کر کہا کہ کیا وجہ ہے سفید عقاب ہمیشہ عنبر ہی کو دیکھ کر سیٹی بجاتا ہے اس نے کبھی بادشاہ یا کسی اور دوسرے شخص کو دیکھ کر سیٹی نہیں بجائی بادشاہ نے بھی اس پر تعجب کا اظہار کیا عنبر نے کہا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دونوں آپس میں دوست ہیں۔

عقل مند ہیلن نے کہا۔

کیا مجھے قید میں ملنے بھی آپ کا یہی دوست آیا تھا۔؟

بادشاہ نے کہا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے بیٹی؟ ایک عقاب تجھے جا کر جیل میں کیسے مل سکتا ہے۔؟

شہزادی ہیلن نے کہا۔

بابا جان بعض عقاب ایسا کر لیتے ہیں۔

بادشاہ نے پہلے عقاب اور پھر عنبر کی طرف دیکھا عقاب نے زور زور سے سیٹی بجائی عنبر نے مسکرا کر ہیلن کی طرف دیکھا اور کہا۔

میں آپ کی عقل کی داد دیتا ہوں شہزادی صاحبہ جس چیز کو میں اب بھی چھپا سکتا ہوں اسے آپ نے اپنی تیز عقل سے پہچان لیا بہر حال اب آپ کا حق بن گیا ہے کہ میں آپ کو یہ راز بتا دوں۔

بادشاہ نے کہا۔

ارے بھئی کون سا راز کچھ ہمیں بھی تو معلوم ہو؟

عنبر بولا۔

بادشاہ سلامت یہ سفید عقاب حقیقت میں سفید عقاب نہیں ہے۔

کیا مطلب؟ بادشاہ نے تعجب سے سفید عقاب کے پنجرے کو دیکھ کر کہا۔

عنبر نے کہا۔

ہاں بادشاہ سلامت یہ سفید عقاب دراصل ایک ایسا سانپ ہے جس کو اس زمین پر زندہ رہتے ہوئے دو سو برس ہو گئے ہیں اور اب یہ اس قابل ہو گیا ہے کہ جس شکل میں چاہے سامنے آسکتا ہے یہ میرا گہرا دوست ہے یہی اڑ کر شہزادی سے ملنے جیل میں گیا تھا اور اسی نے مجھے آ کر اطلاع دی تھی کہ شہزادی خیریت سے ہے پھر یہی سفید عقاب انسانی شکل میں سامنے آ کر مجھے اپنے ساتھ سپارٹا والوں کے قلعے میں لے گیا تھا۔

بادشاہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سفید عقاب کو دیکھ رہا تھا۔

نہیں نہیں مجھے یقین نہیں آتا یہ کبھی نہیں ہو سکتا میں نے سنا ضرور ہے۔

کہ سانپ دو سو برس زندہ رہے تو انسانی شکل میں سامنے آجاتا ہے مگر

ایسا سانپ دیکھا کبھی نہیں۔

ہیلن بھی کہنے لگی۔

مجھے شک ضرور تھا کہ یہ کوئی جادو کا سفید عقاب ہے مگر یہ تو میرے بھی

وہم و گمان میں نہیں تھا کہ یہ کوئی مقدس سانپ ہے۔

عنبر نے کہا۔

اس کا ثبوت ابھی آپ کو مل جاتا ہے۔

عنبر نے سفید عقاب سے کہا کہ اے دوست تمہاری اجازت سے میں

نے یہ راز بادشاہ اور اس کی بیٹی پر کھول دیا ہے اب کسی انسانی شکل

میں سامنے آجاؤ تاکہ بادشاہ سے اجازت لے کر یہاں سے نکل

چلیں سفید عقاب نے زور سے پھنکار ماری اور ایک انسان کی شکل

میں بادشاہ اور شہزادی ہیلن کے سامنے آ کھڑا ہوا دونوں ششدرہ

ہو کر رہ گئے اور اسے حیرانی سے تکنے لگے انہیں اپنی آنکھوں پر یقین

نہیں آ رہا تھا۔

ناگ پھنی نے جھک کر بادشاہ اور شہزادی ہیلن کو سلام کیا اور کہا کہ عنبر

نے بالکل سچ کہا ہے میں ایک سانپ ہوں اور دو سو برس سے زندہ

ہوں۔

عنبر نے ناگ پھنی سے کہا۔

ہمیں اب بادشاہ اور شہزادی سے اجازت لینی چاہیے تاکہ ہم اپنا کبھی

نہ ختم ہونے والا سفر جاری رکھ سکیں۔

چنانچہ اسی روز شام کو بادشاہ نے ان دونوں کو بڑا انعام واکرام دے کر

رخصت کر دیا۔

دونوں دوست گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کی تاریکی میں شہر سے باہر نکل گئے۔

ان کی اگلی پراسرار منزل کون سی تھی۔؟

ہمیشہ زندہ رہنے والا عنبر اور اس کا دوست ناگ پھنی

ٹرائے کے شہر سے نکل کر روم کے اس علاقے میں

جاتے ہیں جہاں کا بادشاہ نیرو ایک ظالم حکمران ہے

.... انطنی اور قلوپطرہ کا مصر ....

دریائے نیل کے کنارے پراسرار ہرام میں بھٹکی

ہوئی روح یہ سب کچھ اسی ناول کی بارھویں یعنی اگلی

قسط "قبر کی آواز" میں پڑھیے۔